17

اِن ھُو الّا ذکر للعالمین

فوائدِ حضرت بندہ نواز رحمۃ اللہ علیہ

ماخوذ

از مکتوبات حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ

مرتبہ

محمد معشوق حسین خان سلطانی

(فرخندہ بہ نواب معشوق یار جنگ بہادر)

سجاد پبلشرز

حسین منزل پیسہ اخبار ۔ لاہور

إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعَالَمِينَ

ہر کو مرید سید گیسو دراز شد — واللہ خلاف نیست کہ او عشق باز شد

فوائدِ حضرت بندہ نواز رحمۃ اللہ علیہ

ماخوذ

از: مکتوباتِ حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ

یا یہ ایک مس سیف اُردو
تصنیف کا اضا

مرتبہ:

محمد معشوق حسین خان سلطانی

(فرزند بہ نواب معشوق یار جنگ بہادر)

سجاد پبلشرز
پیسہ اخبار
لاہور

اشاعتِ اوّل در پاکستان
• تعداد ۲۰۰۰
• جولائی ۱۹۵۹ء

قیمت :

(مطبوعہ اُردو پریس لاہور میں طبع ہُوا)

تعارف

یہ کتاب "فوائد" نامی خلاصہ ترجمہ ہے حضرت سیدنا قطب الاقطاب خواجہ بندہ نواز گیسو دراز سید محمد حسینی چشتی دہلوی ثم گلبرگوی قدس سرہٗ کے مکتوبات مبارکہ کا۔

حضرات اکابر کے ملفوظات گرامی کو جو اہمیت حاصل ہے اُن سے زیادہ اہمیت مکتوبات کو حاصل ہے۔ اس لئے کہ مکتوبات میں تمام تعلیمات کا لب لباب اور خلاصہ منظم طریقہ سے تحریر کیا جاتا ہے۔ لہذا یہ کتاب حضرت خواجہ بندہ نواز قدس سرہٗ العزیز کی یادگاروں کو تازہ کرنے اور آپ کی تعلیماتِ مقدسہ کو زندہ کرنے کے لئے ایک نہایت مفید کتاب ہے۔

جناب مترجم نے یہ ترجمہ اور خلاصۂ مکتوبات اس قدر بہترین طریقہ سے ترتیب دیا ہے کہ گویا یہ ایک مستقل تصنیف ہی کی حیثیت رکھتا ہے اور نہایت شگفتہ زبان میں اُردو میں ایک بے نظیر تصنیف کا اضافہ ہے جس کے لئے ہم لوگ جس قدر بھی مسرت کا اظہار کریں کم ہے۔ ہمارے محترم اور فاضل مترجم عالیجناب نواب معشوق یار جنگ بہادر مدظلہم العالی کی ہستی دنیائے علم و ادب میں کوئی غیر معروف ہستی نہیں ہے۔ آپ ہی نے الرحیق المختوم جیسی بے نظیر کتاب کا نہایت سلیس ترجمہ فرمایا ہے اور آپ ہی نے تمام بزرگان دین کے حالات کو جمع کر کے منصۂ شہود پر پیش کیا ہے۔ ہم موصوف کی اس علمی و مذہبی خدمت پر دلی جذبات شکر گزاری پیش کرتے ہوئے مقبولیت اور جزائے خیر کی دعا کرتے ہیں۔

مُنجانب معتمد کتب خانہ روضتین گلبرگہ شریف

(درگاہ حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز سید محمد حسینی قدس سرہٗ)

عرضِ مترجم

حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز سید محمد حسینی دہلوی ثم گلبرگوی قدس سرہ العزیز کے مکتوبات جو کمیٹی نشر و اشاعتِ تصنیفات حضرت خواجہ صاحبؒ کے حسنِ سعی سے سنہ ۱۳۶۲ھ میں جناب صوبہ دار صاحب صوبہ گلبرگہ شریف کی سرپرستی میں طبع ہوئے تھے ان کا یہ خلاصہ ہے جو مترجم نے اُردو زبان میں پیش کیا ہے، اسے خلاصہ اس لئے کہا ہے کہ مکتوبات میں جس قدر تعلیم کا جزو تھا صرف وہی لیا ہے اور دوسری خانگی باتیں ترک کر دی ہیں اور جو تشریح اوراد و وظائف و بیعتِ غائبانہ اور حضرت کے تبرکات مثلاً طاقیہ و ملبوسِ مبارک کے پہننے کے آداب وغیرہ ہیں وہ صرف ایک بار درج کی ہیں اور تکرار جو متعدد مکتوبات میں متعدد بار آئی ہے اُسے چھوڑ دیا ہے اور بجائے لفظی ترجمے کے مکتوب کے مفہوم کو قابلِ فہم اردو زبان میں حتی المقدور صحیح ادا کرنے کی کوشش کی ہے۔ پھر بھی ناظرین کرام اس میں کوئی غلطی پائیں تو اصل سے مقابلہ کر کے درست کر لیں اور اس کا ذمہ دار مترجم یا مطبع کو سمجھ کر عفو سے کام لیں ۔

برگِ سبز است تحفۂ درویش　　　　چہ کند بے نوا ہمیں دارد

معشوق یار جنگ

ذیقعدہ سنہ ۱۳۶۴ھ

فہرستِ مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فائدہ

حسنِ خاتمہ کے بیان میں

حسنِ عاقبت اور خاتمہ بالخیر تمام مہموں میں ایک اہم تر مہم اور تمام مرادوں میں عزیز ترین مراد ہے۔ جس شخص کا جو حال و مقام ہوتا ہے اسی اعتبار سے اس کے خاتمہ کا اچھا ہونا مقصود ہوتا ہے۔ مثلاً عام علماء اگر شرک سے محفوظ اور کفرِ جلی کے دائرہ سے باہر رہیں اور اسی حال پر ان کا آخری سانس ٹوٹے تو کہا جائے گا کہ ان کا خاتمہ بالخیر ہوا اور جنت کی امید بندھ گئی اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ ان کا وِرد ہوگا۔ الٰہی بحق حضرت خاتم الانبیاءؐ و اہلِ بیت اصفیاءؓ ہمارے ہر کام کا انجام بخیر کر۔

مگر اہلِ طلب و ارادت کا بہترین حال یہ ہے کہ ہر روز اور ہر رات دریائے

لہ ماخوذ از مکتوب نمبر (۱) خواجہ بندہ نواز گیسو دراز رضی اللہ تعالےٰ عنہ جو بعض مریدوں اور معتقدوں کے نام تحریر فرمایا گیا تھا۔

شوق موجیں مارتا رہے اور دردِ طلب بڑھتا رہے اور ہر سانس عشق و محبّت کے سوز و اندوہ میں نکلے جیسی کہ ان کی طلب ہے اگر محبوب پہلو میں آملا تو زہے نصیب اور اگر یہ یہ دولت نصیب نہ ہوئی اور آستانۂ یار ہی پر عمر گذر گئی تو بھی زہے دولت۔ لیکن اگر نہ یہ نصیب ہوا اور نہ وہ تو معاذ اللہ ایسی بلائے عظیم کو آسمان و زمین بھی نہیں اٹھا سکتے۔ ان اہلِ طلب کے دردِ دل میں ذرا سی کمی بھی ہو جاتی ہے تو اپنے آپ کو کافر اور جہنمی سمجھنے لگتے ہیں۔ مثلاً" ایک بندۂ خدا ہے جس کو عُمر دراز ملی۔ ہمّتِ بلند عطا ہوئی۔ سوائے خدائے عزّوجل کے جو اس کا مطلوبِ حقیقی ہے نہ کسی شئے کی خواہش رکھتا اور نہ کسی غیر کی طرف متوجہ ہوتا ہے لیکن عالمِ قرب و قدس کا دروازہ اس کے لئے ذرا سا بھی نہ کھُلا اور نہ فتح باب کی صورت ہی نہ دیکھی۔ بایں ہمہ ہزاران ہزار نیاز و سرافگندی سے یار کی چوکھٹ پر سر رکھے ہوئے ہے اور وہاں سے ہرگز نہیں اُٹھتا۔ نہ قبول کی طرف التفات کرتا ہے اور نہ وصول کی طرف۔ یہ شخص سیّد الفقرا اور جوانمردوں کا جوانمرد ہے اپنے سوز و ذوق میں اُسے وہ لذّت آ رہی ہے کہ نہ معلوم واجدِ واصل کو بھی نصیب ہے یا نہیں۔ اے عزیز یہ شئے ایسی نہیں ہے جس کی طلب میں کوئی نقصان یا خسارہ ہو۔ نقصان و خسارہ کا تو سامان ہی اٹھ گیا اور نفع ہی نفع باقی رہ گیا ہے۔ ایسی تجارت میں جسقدر زیاں ہے اسی قدر فائدہ بھی بڑھ چڑھ کر ہے ؎

بادل گفتم مرا مبر بر درِ او ؛ کو محتشم است و من ندارم سرِ او
دل گفت کہ ایں حدیثِ بیہودہ مگو ؛ یا در برِ او کشند یا بر درِ او

ایسے حال و مقام میں وصل وہم و خیال ہے اور دردِ اندوہ و فراق نقدِ حال۔ ایسے شخص کا خاتمہ بالخیر ہونا یہ ہے کہ اس وقت دم ٹوٹے جب کہ دریائے شوق و شورش جوش و شور میں ہو اور اپنے بارگاہِ قدس و وصال کے دروازے ہی پر عشق کے اس موج در موج سمندر میں اسے غوطہ دیں اور اسی حالت میں ہاتھ پاؤں مارتا ہوا وہ اس

جہان سے رخصت ہوجائے۔ یہ ہوا تو بس اس کا خاتمہ بالخیر ہوا۔ اَللّٰھُمَّ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ اے اللہ ہمیں سیدھا راستہ دکھا یعنی ان لوگوں کا راستہ جن کو تو نے نعمتیں عطا فرمائیں۔

اہل تحقیق کی مختلف قسمیں ہوتی ہیں۔ ان میں ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جنہیں نہ دنیا و آخرت اور نہ دوزخ و بہشت۔ نہ کشف و کرامت۔ نہ زیادت و نقصان اور نہ رد و قبول کسی کی خبر نہیں ہوتی ؎

آنجا کہ منم نہ لاست نے جائے نعم ‏ ‏ ‏ ‏ زیراکہ ہمہ یکے است افزونست نہ کم

ایسا شخص فانی فی اللہ اور باقی باللہ ہے اور ازل و ابد دونوں جگہ اللہ جل شانہٗ کی اماں میں ہے لَا تبقی وَلَا تذر اس کی صفت قرار پاتی ہے پھر ان اہل تحقیق میں ایسے بھی لوگ ہوتے ہیں جو تجلّیاتِ قہر و جلال اور تجلّیاتِ لطف و جمال میں کروٹیں بدلتے رہتے ہیں۔ تجلّی جلال یہ ہے کہ بندہ مالکِ حقیقی کی عزت و عظمت ہیبت و کبریائی کی آنچ میں تپتا رہے۔ تجلّیاتِ قہر وہ ہیں جنہیں اگر صورت دی جائے تو مکروہات شرعی منتورہ خر، مار و کژدم، شیر و گرگ کی صورت میں نظر آئیں انھیں نعتِ قہر کہتے ہیں۔ تجلّیِ جمال ان سب اشیائ میں پائی جاتی ہے جو ملیح و خوبصورت ہوں ناز و کرشمے، غنج و دلال ان کی رگ رگ میں ہوں اور تجلّیاتِ لطف لقائے یار و ایصالِ راحت اور اثباتِ کرامت میں پرتو افگن ہوتی ہیں۔ لیکن درحقیقت قہر و جلال بھائی بھائی اور لطف و جمال بہنیں بہنیں ہیں جلال، جمال میں مندرج ہے اور جمال جلال میں مندرج ہے۔ ایسے خدا پرست کا حسن خاتمہ اس میں ہے کہ تجلّی جمال پر سانس ٹوٹے۔ ان تجلّیات کو اختیاری نہ سمجھنا۔ حضرت امیرالمومنین امام حسن علیہ السلام کا جب آخر وقت آیا تو روتے تھے اور کہتے تھے کہ ایسے مالک کے روبرو جارہا ہوں جسے کبھی نہیں دیکھا۔ اس بارگاہ معلی سے ہر وقت نئی تجلی ہوتی رہتی ہے اور بہت ڈر لگتا ہے کہ نہ معلوم بندہ کے آخری وقت وہ کس صفت پر متجلی ہو اور اس کے علم

نفسی میں کیا ہے کسی کو معلوم نہیں۔ ان تجلیات کی نہ نہایت ہے نہ تکرار اور نہ دو شخصوں پر ایک سی تجلی ہوتی ہے ؎

نہ دانم بر چہ گردد آخر ایں کار   مرا دلِ والہ و معشوقہ خود کام

تیسرا بیچارہ و مسکین وہ ہے جسے کبھی ایک جھلک سی دکھا دیتے ہیں اور کبھی مدہوش کردیتے ہیں۔ کبھی پردہ اٹھا دیتے ہیں اور کبھی پردہ گرا دیتے ہیں، کبھی سامنے بلا لیتے ہیں اور کبھی پیچھے ہٹا دیتے ہیں کبھی باریابی عطا فرماتے ہیں اور کبھی دور باش کہتے ہیں، کبھی نوازتے ہیں اور کبھی گداز تے ہیں۔ یہ مسکین سوختہ افروختہ۔ ریختہ بیختہ۔ دردمند۔ مستمند عاجز و مسکین بیچارہ درماندہ خوف و ہیبت سے لرزتا رہتا ہے اور ڈرتا رہتا ہے کہ دروازہ بند کا بند رہے اور کہیں غیرت میں آکر محبوب دور باش نہ کہہ دے۔ شب و روز اسی خوف میں رہتا اور آہ و بکا کرتا رہتا ہے ؎

تا چہ خواہد کرد بر من دورِ گیتی زیں دو کار
دستِ او در گردنم یا خونِ من در گردنش

ایسے بزرگوار کا حسنِ عاقبت اس میں ہے کہ آخری دم تجلیٔ ذات و عیان و صفات پر نکلے رَبَّنَا اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ؕ

ان کے علاوہ ایک اور شخص ہے جو اپنے آپ سے بیزار جان و تن سے سیر ہے۔ بس ایک اللہ جل شانہٗ سے لو لگائے بیٹھا ہے کہ جس صفت پر چاہیں اسے رکھیں نہ کسی طرف نگاہ ڈالتا ہے۔ اور نہ رُخ کرتا ہے اس کے لئے دوزخ کے دو رخ ہیں ایک ظاہر جس کے اندر رحمت ہے اور ایک باطن جس کے سامنے عذاب ہے۔ بہشت بہشت اس کے سامنے نیست ہیں وہ نہ دوزخ کے پھیر میں ہے اور نہ جنت کے۔ ایسے شخص کا حسنِ خاتمہ اس میں ہے کہ وہ اسی ایقان پر آخر دم تک جما رہے۔ اب آپ فرمایئے کہ آپ کون ہیں؟ کیا۔ سمجھتے ہیں؟ کس صفت سے تعلق رکھتے

ہیں اور کس قماش کے ہیں ؟ اور کس جماعت میں آپ کا شمار ہے ؟ آپ کا کیا انجام ہونے والا ہے ۔ ایسے بے غم بیٹھے ہوئے ہیں کہ گویا فکر کی کوئی بات ہی نہیں ہے ؎

نہ یک فسوس کہ ہر دم ہزار بار فسوس   نہ یک دریغ کہ ہر دم ہزار بار دریغ

ان تمام حالات و مقامات کو سُننے اور سمجھنے کے بعد یہ سوال کیوں نہیں کرتے کہ آخر کونسا عمل کیا جائے جو حسنِ عاقبت کی امید ہو ۔ یاد رکھو کہ بس ایک ہی عمل جو گو نازک ترین اعمال سے ہے مگر بہت آسانی سے اکتساب کیا جا سکتا ہے یعنی خطرات کو دفع کرو اور توجہ میں یہاں تک استغراق حاصل کرو کہ سوائے خدائے عزوجل اور اس کے حضور و شہود کے تمہارے دل میں غیر کے لئے گنجائش نہ رہے اور نفس کو یاوہ گردی سے پاک وصاف کردو ۔ مختصر یہ کہ ایک نفسِ پاک اور دلِ متوجہ پیدا کرو ۔ جس کسی کو یہ نعمت نصیب ہو گی اسے بیس میں سے انیس درجہ حسنِ عاقبت کی امید رکھنا چاہیئے اور ایک درجہ جو چھوڑ دیا گیا وہ تقدیر ازلی کی رعایت سے چھوڑ دیا گیا ہے ورنہ جب کہ تمہارا منہ سب طرف سے ہٹ کر خالقِ حیات و ممات کی طرف ہو گیا ہے اور اس کی منزلِ امن و امان میں تم نے اپنا رختِ وجود رکھ دیا ہے تو پھر بس امید ہی امید رکھنا چاہیئے نا امیدی کی کوئی وجہ نہیں ۔

فائدہ ۲[1]

غمِ عاقبت و دیدارِ الٰہی کے بیان میں

اللہ جلّ شانہٗ جس طرح اپنے بندوں کی ذات کا خالق ہے اسی طرح ان کے افعال کا بھی خالق ہے اور یہ جو حدیث شریف میں ہے کہ اَلسَّعِید مَن سعد فی بطن امہ والشقی من شقی فی بطن امہ یعنی سعید اور شقی دونوں ماں کے پیٹ ہی سے سعید و شقی پیدا ہوتے ہیں تو یہ اللہ جل شانہٗ کے علمِ نفسی کی طرف اشارہ کرتا ہے، رہا واقعۂ نفس الامری وہ یہ ہے کہ جو سعید ہے وہ غمِ عاقبت رکھتا ہے اور اس سے حسنات و مبرات ہی ظاہر ہوتے ہیں اور جو شقی ہے وہ انجام سے غافل ہے اور اس سے منہیات و سیئات سرزد ہوتے ہیں۔ پس ذرا گریبان میں منہ ڈال کر اپنے آپ کو دیکھو اور اپنے افعال پر نظر کرو کہ وہ کس طرف اشارہ کرتے ہیں۔ نبی اللہ (صلی اللہ علیہ وسلّم) نے دوزخ و بہشت اور اہل دوزخ و اہل بہشت سب کی توضیح فرما دی اور تم بے غم و حزم بیٹھے ہو۔ یاد رکھو کہ عذاب کی چند قسمیں ہیں ایک عذاب حسّی ہے جسے سب کوئی جانتے ہیں مگر ایک عذاب تنہائی و قلق و اضطراب ہے۔ دوسرا شہودِ جمال رحمٰن سے محروم رہنے کا عذاب ہے۔ اسی طرح نعیم بہشت ہیں۔ وہاں آرام و قرار ہے، وہاں رب جلّ و علیٰ کے جمالِ جہاں آرا کا ہر ساعت ایک نیا شہود بھی ہے یہ توضیح سنکر

ا ماخوذ از مکتوب نمبر (۲) خواجہ بندہ نواز گیسودراز رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ بجانب مولانا محمد معلّم و بعضے یاران دیگر گجراتی۔

تمہیں رغبتِ طلب تو ہوتی ہے مگر حصولِ مقصد کے اسباب کہاں ہیں۔ اضطراب کہاں، چشمِ نمناک کہاں، آہِ سرد کہاں! ہائے۔ اس کلام میں دردمندی اور سوز و ساز کی طرف ایما فرمایا گیا ہے مگر ایسا شخص چاہیئے جو کار افتادہ اور گرفتارِ بلا ہو تاکہ اس کلام سے کچھ ریزہ چینی کر سکے۔

ہمیشہ اپنے احوال کا تجسّس و تفحّص کرتے رہو اور اپنے مزید نفع و نقصان سے غافل نہ رہو۔ اگر مقصود سے دامن خالی ہے تو خیر دردِ طلب ہی سے دامن پُر کر لو۔ اگر جوانمردوں کی طرح معرکہ میں حملہ آور نہیں ہو سکتے تو خیر مردوں کی طرح نعرہ ہی مارو۔ اگر گریہ نہیں آتا ہے تو خیر رونے والوں کی سی صورت ہی بناؤ ؎

گر یار نمی کند قبولت　　خود را بستم بہ زلفِ او بند

اگر کار برعکس ہے تو بھی ہمّت نہ ہارو اُسی کے دروازے پر ڈھئی دے کر بیٹھ جاؤ۔ بت پرست کو نہیں دیکھتے کہ بیچارے کا محبوب گم ہو گیا ہے مگر ایک پتھر سے صورتِ محبوب تراش کر اپنے وہم میں محبوب ہی کو حاضر و شاہد تصوّر کر رہا ہے، تم بھی کیوں نہیں ایک وجدان پیدا کرتے اور اپنے محبوب کو حاضر و ناظر جانتے، جس طرح بُت پرست پتھر کی مورت سے فیضیاب ہو رہا ہے تم بھی ضرور بالضرور اپنے تصوّرِ یار سے مستفید ہو گے۔ درحقیقت اس تصوّر سے بھی ایک فیض پہنچتا ہے جو عالمِ حقیقت ہی سے نازل ہوتا ہے۔ حسین منصورؒ نے انا الحق کہا اور بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے سبحانی ما اعظم شانی کہا۔ نہ وہ حق تعالیٰ تھے اور نہ یہ ذاتِ سبحانی لیکن آفتاب و ماہتابِ حقیقت اور شمعِ انوارِ الوہیت کا ایک پرتو پڑا تھا جو ایسے کلمات بولنے لگے۔ اسی طرح کا ایک پرتو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر بھی پڑا تھا جب کوہِ طور پر تجلّی ہوئی، حضرت موسیٰ کی نظر اس پر پڑی تو آپ بے ہوش ہو کر گر پڑے فخر موسیٰ صعقا۔ جب ہوش میں آئے تو کہنے لگے تبت الیک گو اسے دیکھا نہیں اور عکس ہی عکس کے مشاہدہ پر ہوش

میں نہ رہے مگر رجوع اسی طرف کیا اور ہر شئے کو دل سے دور کر کے اسی کے ہو رہے۔

یاد رکھو کہ اگر تم اُسے نہیں دیکھتے تو کیا ہوا وہ تو تمہیں دیکھتا ہے ان لم تکن تراہ فانہ یراک اگر تمہارا بھی وہم دُوری دُور ہو جائے اور قربِ حقیقی کا تصوّر جم جائے تو عجب نہیں کہ تم بھی اپنے دِل کو ماسوی سے خالی کر کے اُسی کے ہو رہو اور تبتل الیک کے مصداق بن جاؤ۔ کسب یہی ہے اور راہِ وصول یہی ہے، یہی سنت اللہ ہے جو عام راستہ ہے اگرچہ اس کے علاوہ ایک موہبت کا بھی راستہ ہے۔ مثلاً تم نے کسی بھوکے کو کھانا کھلایا، پیاسے کو پانی پلایا۔ تمہارا یہ عمل قبول فرما لیا گیا اور بارگاہِ وہاب لعطایا سے بلا کسب ایک نعمت نصیب ہو گئی تو بھی یہی تصوّر و تخیّل دل میں متمکن کیا جائے گا اور اس سے فیض پہنچے گا۔

قیامت میں جب اہلِ جنّت داخلِ جنّت ہو چکیں گے تو ان سے پوچھا جائے گا کہ اور بھی کوئی آرزو ہے۔ وہ کہیں گے جس قدر ہم چاہتے تھے اس سے بہت زیادہ مل گیا۔ اللہ جلّ شانہٗ فرمائے گا کہ نہیں ابھی ایک تمام نعمتوں کی نعمت باقی ہے یعنی میرا دیدار، یاد رکھو کہ معشوق خود عاشق کا خواہاں ہوتا ہے مگر اس کی غیرت یہ چاہتی ہے طلب عاشق ہی کی طرف سے ہو۔

یہ مسلّم ہے کہ بندہ اللہ جلّ شانہٗ کو خواب میں دیکھ سکتا ہے۔ رویۃ اللہ فی المنام جائزۃ سب علما یہ پڑھتے اور جائز سمجھتے ہیں، حیرت تو یہ ہے کہ مسائلِ حیض و نفاس کی تحقیقات میں وہ اپنا زیادہ وقت صرف کرتے ہیں اور ایمان لاتے ہیں مگر رویتِ محبوب کا اندوہ کبھی انھیں بے قرار نہیں کرتا اور اس آرزو میں سوتے وقت کبھی آنکھ نہیں موندتے، نہ آہِ سرد ان کے منہ سے نکلتی ہے اور نہ ایک آنسو ان کی آنکھ سے ٹپکتا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

فائدہ ۴،۳[1]

انوارِ غیبی۔ طلب و محبتِ الٰہی کے بیان میں

جب آئینۂ دل طبیعت کے زنگ اور بشریت کی ظلمت سے پاک و صاف ہوجاتا ہے تو اس میں انوارِ غیبی کے قبول کرنے کی صلاحیت پیدا ہوجاتی ہے۔ شروع شروع میں یہ انوارِ تجلّی کی چمک کی طرح آتے جاتے ہیں پھر جتنی جتنی قلب میں صفائی بڑھتی جاتی ہے ان میں قوت آتی جاتی ہے اس کے بعد چراغ شمع اور آگ کے شعلوں کی طرح یہ چمک نظر آتی ہے۔ یہ سب ارضی انوار ہوتے ہیں جن کے بعد ستاروں چاند اور سورج کی چمک کی طرح کچھ انوار نظر آتے ہیں۔ یہ علوی انوار ہوتے ہیں۔ ان میں کبھی کبھی ایسی روشنی ہوتی ہے کہ ہزاروں چاند اور سورج ان کے آگے ماند ہوتے ہیں۔

جو نور کہ بجلی کی چمک کی طرح ہوتا ہے وہ اکثر و بیشتر وضو اور نماز کی برکت سے ظاہر ہوتا ہے اور جو چراغ و مشعل کے نور کے مانند ہوتا ہے وہ یا تو ولایتِ شیخ یا نبوّتِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلّم سے رونما ہوتا ہے۔ قندیل یا مشکوٰۃ کی طرح جو نظر آئے تو وہ بھی یہی نور ہے لیکن جو نور کہ ستاروں اور آفتاب و ماہتاب کے مانند ہوتا ہے وہ رُوحانیت کا نور ہے، جس قدر دل میں صفائی ہوتی ہے اسی قدر اس نور میں تابش ہوتی ہے۔ اگر ماہِ تمام نظر آئے تو سمجھنا کہ آئینہ دل صاف ہوگیا جتنی چاند میں کمی ہوگی اسی قدر صفائی قلب

---

[1] ماخوذ از مکتوبات (۳، ۴) خواجہ بندہ نواز گیسودراز رضی اللہ تعالیٰ جو قاضی علم الدین بہروچی کے نام ہیں۔

میں کمی ہوگی اور اگر سورج نظر آئے تو سمجھنا کہ یہ روح کے نور کا عکس ہے اور اگر دونوں ایک ساتھ نظر آئیں تو گویا قلب و روح دونوں منور ہیں لیکن نورِ روح ابھی تک حجاب میں ہے۔ صورتِ خورشیدی ایک حجاب کی دلیل ہے ورنہ نورِ روح بے شکل و بے صورت ہے۔ کبھی کبھی صفاتِ خداوندی کے انوار بھی ان حجاباتِ روحانی و قلبی کی آڑ میں لمعہ افگن ہوتے ہیں۔ یہ انوار خود بتاتے ہیں کہ کس عالم کے ہیں۔ جان میں ایک ذوق پیدا ہوجاتا ہے اور یہی ذوق ان کی معرفت کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ الفاظ میں یہ شئے ادا نہیں ہوسکتی صرف اس قدر کہہ سکتے ہیں کہ صفاتِ جمالی کے انوار منور کر دیتے ہیں اور صفاتِ جلالی کے انوار میں سوزش ہوتی ہے۔ یہ محرق ہوتے ہیں نہ کہ مشرق، اگر تمہیں یہ انوار کچھ نظر نہ آئیں تو بھی روا ہے مزے کرو۔

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ جب دل پورے طور پر مصفّا ہوجاتا ہے تو بمقتضائے سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنْفُسِهِمْ اگر آدمی خود اپنے اندر نظر ڈالتا ہے تو اسے سب حق ہی حق نظر آتا ہے اور اگر باہر نظر ڈالتا ہے تو بھی سب حق ہی حق نظر آتا ہے۔ حق تعالے جل شانہٗ کا نورِ مبارک روح کے نور پر عکس افگن ہوتا ہے اور مشاہدہ بھی ذوق کے ساتھ ہوتا ہے لیکن جب بغیر روحی و قلبی حجاب کے نورِ حق تعالیٰ مشہود ہوتا ہے تو بے رنگی و بے کیفیتی، بے حدی اور بے مثلی نمایاں ہوتی ہے۔ تمکن و تمکین کا لوازمہ ساتھ ہوتا ہے۔ یہاں طلوع ہے نہ غروب نہ یمین ہے نہ یسار، نہ فوق نہ تحت، نہ مکان نہ زمان، نہ قرب نہ بُعد، نہ شب نہ روز، نہ عرش نہ فرش اور نہ دُنیا نہ آخرت۔ یہاں پہنچکر قلم ٹوٹ جاتا ہے۔ زبان گنگ ہوجاتی ہے۔ عقل خبط اور فہم و علم گُم ہوجاتے ہیں۔ دیکھو عجب و خود بینی سے بھاگتے رہنا۔ مقامِ بُعد میں رہ کر حسرت نایافت میں گھلنا بہتر ہے مگر مقامِ قُرب میں پہنچکر عُجبِ یافت میں مبتلا ہونا بہتر نہیں۔ اس لئے کہ عُجب مقدمۂ زوال ہے۔ خبردار اس مقام کی دوری اور ہولناکی سے خاطر میں

کوئی فتور و نفور پیدا نہ ہونے پائے کہ تم چھوڑ چھاڑ کر راہِ فرار اختیار کرو۔ یہ خوف صرف لکھنے اور کہنے میں آتا ہے درحقیقت مایوسی کی کوئی وجہ نہیں۔

نومیدی کسی حال میں جائز نہیں۔ یہاں کا رب بے علت ہے۔ بہت سے ایسے ہوئے ہیں جنہیں بت کے سامنے سے اُٹھا کر طرفۃ العین میں حتیٰ کہ بت کے سامنے سجدہ گاہ ابھی گرم ہی تھی کہ انھیں تمام ملک و فلک سے اتنا آگے پہنچا دیا ہے کہ جن و انس و ملک انھیں لوٹانا چاہیں تو کچھ نہ کر سکیں اور حیران رہ جائیں اور کہیں ان کا نشان بھی نہ پائیں اور کہیں کہ یہ کیا تھا اور کیا ہو گیا۔ اس کا جواب یہ ملتا ہے کہ کارسازِ حقیقی فعال لما یرید ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے کوئی اس کا ہاتھ پکڑنے والا نہیں۔ کوئی اس سے جواب طلب کرنے والا نہیں۔ اس بارگاہ میں نہ چون و چرا کی گنجائش ہے اور نہ سبب و علت کو دخل ہے۔

اے برادر حق تعالیٰ تمہیں اپنا طلب گار بنائے۔ وہی صاحب دولت کی منتہا اور مرجع ہے شروع ہی میں **الست بربکم** کا تم سے عہد لے کر اسی نے تمہاری طینت و روحانیت اور ذرۂ انسانیت پر اپنے نور کی بارش فرمائی اور جرعہ جامِ الست بلا کر تمہیں ایسا مزہ چکھا دیا کہ وہ کبھی زائل نہیں ہو سکتا۔ اسی مزے میں تمہاری حیات ہے۔ وہ نورِ مبارک ہمیشہ اپنے مرکز اور معدن کی طرف رجوع ہوا کرتا ہے اور اس عالم سے الفت نہیں رکھتا ہے

عشاق تو از ازل چو مست آمدہ اند　　سرمست ز بادۂ الست آمدہ اند

پروانہ صفت عشاق بڑے جانہار ہوا کرتے ہیں۔ روزِ الست ہی ان کی گردن میں جذبۂ الوہیت کی کمند ڈال دی گئی ہے اور اب تو پر و بال لا کر سرادقاتِ جمال اور شمع جلال کے گرد اگرد اتنی پرواز کرتے نظر آتے ہیں کہ اس کے سوا کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ من تقرب الی شبراً تقربت الیہ ذراعاً ایک جذبۂ حق نے جس کی شان یہ ہے کہ جذبۃ من جذبات الحق توازی عمل الثقلین انھیں کنارِ وصل تک پہنچا دیا ہے اور یہ آواز آرہی ہے کہ تو کب تک ہماری ہوائی ہویت میں ان پر و بال سے

طیرانی کرتا رہے گا۔ اب آشیانہ والذین جاھدوا فینا میں قرار لے تا کہ سنتِ لنھدینھم سبلنا کے مطابق اپنے انوار کے شعاع سے ہم ایسے پر و بال کرامت فرمائیں کہ سرِ یھدی اللہ لنورہ من یشاء تجھ پر کھل جائے۔

اے برادر زینہار بددل نہ ہونا کیونکہ ہوائے لطف چل رہی ہے اور وہ افتادہ لوگوں ہی کی تلاش میں رہتی ہے۔ کیا تم نے یہ نہیں سنا کہ سات سو ہزار برس مملکتِ سجادۂ اطاعت کے سالکوں اور خانقاہ عصمت و صلاحیت کے تکیہ نشینوں نے متکٔہ عزت سے کمر کو سہارا دے کر یہ کہنا شروع کیا تھا کہ "کار ما داریم" ہم نے خدمت کی ہے کہ ناگاہ بادِ لطف چلنے لگی اور آب و خاک کے ڈھیر کو جو قدموں تلے پڑا ہوا تھا اٹھا کر کھڑا کر دیا اور ندا دی کہ انّی جاعل فی الارض خلیفہ ملائکہ نے عرض کیا ہمیں اس کے فتنہ و فساد جھیلنے کی طاقت نہیں ارشاد ہوا لیس فی الحب مشاورۃ ہمیں اس سے الفت و محبت ہے اور الفت و محبت میں کسی مشورہ کی ضرورت نہیں۔ ع

"با تو چہ گویم کہ تو مجنوں نہ"

تمہارے دروازے پر بھیجیں تو تم رد کر دینا۔ تمہارے ہاتھ فروخت کریں تو تم مت خریدنا۔

اے جانِ برادر طلب میں محکم و مستقل رہو۔ اس راہ میں اپنے گناہوں پر نظر ڈالنا اور مایوس ہونا نہایت برا کام ہے مگر ان میں مبتلا ہونا بھی سخت شنیع ہے۔ جس کسی سے عداوت ہوئی ہے تردامنی سے ہوئی ہے۔ یہ بھی سمجھ لو کہ دستارِ خواجگی سر پر رکھ کر یہ کام کسی سے نہیں ہو سکتا خود اپنے باپ حضرت آدم علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھو۔ چلہ کی ابھی صبح ہی ہوئی تھی کہ آنکھ کھلتے ہی جمالِ عشق پر نظر پڑتی ہے۔ یہ نگاہِ عشق جنت میں بھی انھیں آرام لینے نہیں دیتی۔ کہتے ہیں کہ ہمارا یہ قدم جو مسافرانہ اور سالکانہ ہے بہشت میں رہ کر گرفتارِ بندش نہیں رہ سکتا اور عشق و محبت کا یہ سرِ پُر خمار جو ہمیں ملا ہے وہ تاج کا بار نہیں اٹھا سکتا۔ ہمیں الف کے مانند قد عطا ہوا ہے اسی طرح ہمیں آزاد رہنا چاہیئے۔ علل و اسباب اور حشم و خدم

کو آگ میں جھونک دینا چاہیئے۔ یہ کہکر ایک عاشقانہ نعرہ مارتے ہیں اور لبیک کہہ کر ہشت بہشت کو وداع کرتے ہیں، جب تک جنت میں رہے تاج بر سر و خلعت در بر مقربان بارگاہ کی طرح رہے۔ جب وہاں سے نکل کر عشق و عاشقی کی راہ اختیار کی تو ستر عورت کے لئے بھی درخت کے پتوں کے سوا کچھ نہ ملا مگر آدم کے ذرہ ذرہ سے یہ نعرۂ عشق بلند تھا ؎

اے قبلۂ حقیقی بنمائے رُخ کہ مارا بگرفت دل بکلی زیں قبلۂ مجازی

ہاں بہشت کے درختوں کے زیر سایہ عشق کے سبق کے تکرار نہیں کی جاسکتی اس کے لئے شارستانِ ابتلا میں گھر بنانا چاہیئے اور دبیرستانِ بلا میں عمر بسر کرنی چاہیئے۔ محبت میں بلا ایسی ہی ہے جیسے کہ دیگ میں نمک۔ بغیر اس کے مزہ ہی نہیں معلوم ہوتا۔

جو صاحبِ جمال کہ اپنے عشق پر ناز کرتا ہے وہ دادِ جمال نہیں دیتا۔ دادِ جمال دینا تو یہ ہے کہ کل جب یہ خطاب آئے کہ ہماری طرف نظر کرو تو یہ کہے کہ ایسے جمالِ مبارک پر مجھ جیسے کا نظر ڈالنا! یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ کہاں میری نظر کہاں یہ جمالِ جہاں آرا!!

اے برادر جس روز کہ بساطِ محبت بچھائے اسی روز تمام مرادوں کو آگ لگادے۔ سالکِ اوّل حضرت آدم صفی صلوات علیہ نے سو برس خونِ جگر منہ پر ملا۔ حضرت نوح جیسے برگزیدۂ بارگاہ کے جگر پر یہ تیر پڑا کہ انہ لیس من اھلک خلیل اللہ جیسے پیغمبر پر جیسے خلعتِ خلت عطا ہوا تھا نمرود طاغی کو مسلط فرمایا گیا۔ یوسف علیہ السلام کو مصر کے بازار میں چار سو پھرا کر غلاموں کی صف میں کھڑا کر کے چند کھوٹے درہموں پر بیچ ڈالا۔ زکریا کو آرہ سے دو پارہ کیا۔ ایوبؑ کو سالہا مرض سرطان میں مبتلا رکھا۔ حضرت موسیٰ جیسے کلیم اللہ کو لن ترانی کا چرکا لگایا۔ یہ سب کچھ عشق و عاشقی میں سزاوار ہے اور ہوا کرتا ہے ؎

حسن را قاعدہ جور است بتا می دانم باکہ کردی کہ بہ مسعود وفا خواہی کرد

اے برادر یہی مقصود ہونا چاہیئے۔ مرد کو چاہیئے کہ یہ کہے یا جان جائے یا مقصود ہاتھ آئے ؎

یا بدست آریم سرے یا در اندازیم سر   یا بکام دشمناں گردیم یا سلطاں شویم

یہ مقصود گوہر شب چراغ ہے اور اس کی قیمت اسی لئے زیادہ ہے کہ یہ موتی دریائے خونخوار کی موجوں میں ملتا ہے۔ اس گوہر نایاب کے لاکھوں طالب ہوتے ہیں جو اس کے لئے جان فدا کرتے اور قعر دریا میں سر کے بل جاتے ہیں کہ کہیں سے اس کی مہک اور خوشبو ہی مل جائے۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ کوئی شخص غافل وار یہاں قدم رکھے۔ صد ہزار بحر جلال کی مچھلیاں منہ کھولے منتظر ہیں کہ اگر کوئی غفلت و تر دامنی کرے تو اسے نگل لیں تاکہ اس کے آنے جانے کا کسی کو پتہ ہی نہ لگے۔ کوئی غافل جب اس سمندر میں تر دامن رہ کر قدم رکھتا ہے تو وہ لعین نہنگ قعر دریائے جلال جو اس بارگاہ کا دربان ہے سامنے آ کھڑا ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ نہیں ہوسکتا تو شاید مجھے نہیں جانتا۔ میں وہ ہوں کہ آسمان اوّل کے سکّان مجھ سے تسبیح کے آداب سیکھتے تھے اور آسمان دوم کے سکّان مجھ سے تہلیل کے آداب حاصل کرتے تھے۔ اسی طرح تمام دیگر آسمانوں والے میرے لئے مسند درس و تدریس بچھاتے تھے لیکن میں نے ان سب دولتوں پر لات ماری اور لعنت کا قشقہ پیشانی پر کھینچکر شرع محمدی (صلی اللہ علیہ وسلّم) کی گلی میں آ بیٹھا کہ کسی تردامن کو یہاں گھسنے نہ دوں اب تو اگر جانا چاہتا ہے تو اخلاص کا تاج سر پہ رکھ اور چلا جاورنہ میرے شکار بند میں تیری جگہ ہے۔

اے برادر یہ لعین کسی ایرے غیرے کم ہمّت کمینہ خصلت کے لئے اپنی جگہ سے جنبش بھی نہیں کرتا۔ بڑا مغرور اور ہٹیلا ہے۔ جب تک کہ کوئی صدیق اس مملکت میں قدم نہیں رکھتا اور کوئی اصلی یا کمیا زادھر نہیں آتا یہ لعین اپنی جگہ سے حرکت بھی نہیں کرتا۔

12826

فائدہ ۵[1]

غفلت سے بچنے کے بیان میں

ایک گلخن تاب بادشاہ کے جمالِ جہاں آرا پر عاشق تھا۔ بادشاہ کو بھی اس کا علم تھا۔ ایک روز اس کی طرف سے بادشاہ کا گزر ہوا۔ عشق کی خلش اندر چھیڑ کر رہی تھی۔ بادشاہ نے باوصفِ علم و دولت و سلطنت گلخن تاب کو دیکھنے کے لئے اس کے مکان پر نظر ڈالی مگر وہ حاضر نہ تھا، یہ نظر جب خالی گئی تو بادشاہ خجالت سے عرق عرق ہو گیا۔ پس اے غافل دعویٔ عشق مت کر یا تو اسی کا ہو رہ۔ حاضر باش بن اور ایک لمحہ کے لئے بھی اس سے غافل مت ہو یا پھر لاف زنی نہ کر۔ مردِ حازم بن اور احتیاط برت۔ تو نہیں جانتا کہ ایک صیاد ایک تالاب پر سے گزر رہا تھا۔ وہاں اسے کچھ مچھلیاں نظر آئیں۔ اس نے کہا آؤ ان کا شکار کریں۔ کچھ مچھلیاں جو محتاط تھیں تاڑ گئیں اور پہلے ہی سے بھاگ گئیں۔ جو غافل تھیں وہ جال میں پھنس گئیں۔ حزم سے انھیں کو فائدہ ہوا جنہوں نے غفلت نہیں کی تھی۔ پس بندہ کو بھی چاہیئے کہ غفلت کو راہ نہ دے ورنہ دشمن کے پھندے میں پھنس جائے گا اور ہلاک ہو گا۔ یاد رکھو مُخبر صادق علیہ السّلام نے خبر دی ہے کہ قیامت آنے والی ہے اور کھوٹا کھرا، غافل و حازم سب ظاہر ہو جائیں گے لیکن قبل اس کے کہ قیامت آئے خدائے عزّوجلّ نے دنیا کو دارالامتحان بنایا ہے۔ یہ دنیا عروسِ بیوفا اور فریبندۂ لالقا

---

[1] ماخوذ از مکتوب نمبر (۵) خواجہ بندہ نواز گیسو دراز رضی اللہ تعالیٰ جو بعض مریدوں کے نام ہے۔

ہے۔ مردِ عاقل و حازم کا شیوہ یہ ہے کہ اس طرف منہمک نہ ہو اور حق الحقیقتہ ہی کی طرف نظر رکھے اور زہد اختیار کرے۔ زہد ہی یارِ باوفا اور ہمنشین باصفا ہے، پس اگر بندہ حزم و زہد اختیار کرے گا، اور اپنے خالق سے ایک لمحہ کے لئے بھی غافل نہ ہو گا تو بس کامیاب ہو گا۔ فقد فاز فوزاً عظیما اور اگر اس کے برعکس ہے تو پھر اس کی ہلاکی و گرفتاری لازمی ہے اعاذنا اللہ منہا۔

فائدہ [۶]

عقل و عشق و اتباعِ شریعت و سنّتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان میں

عقل مردوں کے لئے ایک بیش قدر چیز ہے مگر عشق وہ شئے ہے جو بڑے بڑے قلعے اور پہاڑوں کی اونچی اونچی چوٹیاں آناً فاناً میں فتح کر دیتا ہے۔ عقل کہا کرتی ہے کہ خطرہ میں مت پڑو مگر عشق کہتا ہے کہ تم پرواہی نہ کرو۔

یہ عشق ہے اور یہ عقل، جن کی صفات حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز بیان فرما رہے ہیں اور بڑے بڑے لوگوں کا بھی یہی قول رہا ہے۔ عشق ایک سہ حرفی لفظ ہے جس میں کوئی حرفِ علت نہیں۔ پس عشق جیسا ظاہر لفظ میں ہے ویسا ہی باطنی معنی میں علت سے خالی ہے۔ عشق کو علّت سے کیا تعلق، جیسے کہ دیوانہ کو اس کی دیوانی حرکتوں سے پہچانتے ہیں اور شاعر کو اس کی ترکیبوں اور اشعار سے اسی طرح عاشق کو اس کے احوال سے شناخت کرتے ہیں۔ مجنوں سے کسی نے کہہ دیا کہ لیلےٰ مر گئی۔ بوجہ جنسیتِ عشق اس کے دل پر ایک تیر تو لگا مگر وہ لیلیٰ کے دروازہ پر آکر لیٹ گیا گویا کہ قیلولہ کر رہا ہے۔ اس کی لیلیٰ نہیں مری تھی اس کے فکر اور اندیشہ میں وہ اُسی کے پاس موجود تھی۔ اسی طرح تم بھی فکر و اندیشہ کو ہاتھ سے نہ جانے دو، درحقیقت تمہیں بھی ایسا ہی نظارہ نصیب ہوگا۔

تا چند دلا بہ ایں و آں آویزی   انگاہ کہ مرد شوی ز یہنا خیزی

---

[۱] ماخوذ از مکتوب [۶] خواجہ بندہ نواز گیسو دراز رضی اللہ عنہ جو بعضے مریدوں کے نام ہے۔ ۱۲۔

یعنی اے دل تو کب تک این و آن میں مبتلا رہے گا جب اس سے دست بردار ہوکر صرف اسی کے واسطے الگ کھڑا ہوجائے گا تو اس وقت تو مرد ہوگا۔ قیامت میں جب حشر کا میدان ہوگا تو عشاق مستانہ وار خوش خوش نظر آئیں گے عقل کا اس وقت کہیں ٹھکانہ نہ ہوگا۔ جمالِ ازلی طالب اپنے محبوب کی طلب میں ادھر اُدھر تلاش میں ہوگا کہ ناگاہ حق تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے تجلّی جمال فرمائے گا۔ اس گرفتار و مبتلائے عشق پر جس خیال میں کہ وہ ہوگا اسی کے مطابق جمال کی تجلی ہوگی پھر اس کی حالت ہو جائے گی جو ہوجائے گی۔ میں نے ایک طالب عاشق کو اپنے کانوں یہ نالہ وزاری کرتے سُنا ہے کہ الٰہی اُس ذاتِ مقدس کو جو کہ عزت وکبریائی کے پردوں میں مستتر ہے، اپنے لطف وکرم سے مجھے ایک نظر دکھا دے پھر اس کے بعد دوزخ کے ساتوں طبقوں کو مجھ پر جھونک دینا کچھ پروا نہیں۔ میں نے اپنے حضرت پیر و مرشد[1] کو یہ رباعی بار بار پڑھتے سُنا ہے ؎

صوفی شوم و خرقہ کنم فیروزہ — در وے سازم زدرد تو ہر روزہ
زنبیل بدستِ دل دیوانہ دہم — تا از درِ تو درد کند دریوزہ

یعنی ماسوائے اللہ سے دل کو پاک وصاف کر کے اور ایک فیروزی رنگ کا خرقہ پہن کر فقیروں کی صورت بنا کر روز تیری عشق ومحبت کا راگ گاتا رہوں اور اس دیوانے دل کے ہاتھ میں ایک جھولی دیدوں کہ تیرے دروازے پر ڈہئی دے کر عشق ومحبت کی بھیک مانگتا رہے۔

اب عقل کی شگوفہ کاری دیکھو۔ حزم واحتیاط اس کا جزو ہے۔ اس حزم نے مچھلیوں کو جو حازم تھیں کیا فائدہ پہنچایا۔ ماہی گیر اپنا جال ٹھیک کر رہا تھا کہ حازم مچھلیاں تاڑ گئیں اور مردہ عفت بن گئیں۔ صیاد نے گندہ سمجھ کر چھوڑ دیا۔ پس تدبیر کو جو تقدیر کے

---

[1] یعنی حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلی قدس سرہ العزیز۔

ساتھ ہم رشتہ ہے ہاتھ سے جانے نہ دینا چاہیئے رہا اگر کوئی شخص بے خود ہو اور ایک طرح کا نشہ اس پر سوار ہو تو اس پہ کوئی جواب دہی نہیں حتیٰ کہ ایک مثال ہے کہ ایک شخص تھا جو مویز کی شراب تیار کر کے بہت سی پی گیا۔ جب نشہ غالب ہوا تو اسی ترنگ میں ایک مردہ عورت کو سمجھا کہ اس کی عروس ہے۔ یہ سب مستی و بے خودی کی کیفیتیں ہیں مگر وہ دیوانہ جو اپنے سے بے گانہ اور محبوب سے یگانہ ہے اس کی شان اور ہے

ہاں اے دل دیوانہ بخرام بمی خانہ کاندر خم و پیمانہ تنہا ہمہ او دیدم

کہا جائے گا کہ یہ سب حکایتیں بے اصل اور موضوع ہیں، ہاں ہوں گی۔ مگر جو معنی ان میں ہیں انھیں دیکھنا چاہیئے اور یاد رکھنا چاہیئے کہ کوئی فرد بھی اس عالم میں جناب باری تعالیٰ کے فیضِ احدیت سے خارج نہیں۔ ہر مخلوق اپنے نفع اور ضرر پہنچانے والے کو جانتی پہچانتی ہے اور سب اس آیتِ پاک کی تفسیر معلوم ہوتی ہے اعطی کل شی خلقہ ثم ھدی ایک حکایت ہے کہ چوہوں میں ایک بادشاہ ہوتا ہے سب سے زیادہ موٹا تازہ، تمام چوہے دور دور جاکر چرتے ہیں لیکن یہ ایک معزز مقام پر رہتا ہے اور سب اس کے سامنے دانہ چارہ پیش کرتے ہیں اور جب یہ بڈھا بیکار ہو جاتا ہے تو مار ڈالتے ہیں۔ یہ ایک نظام ہے۔ آخر یہ کہاں سے آیا؟ یہ اسی فیضِ احدیت کا نتیجہ ہے یعنی اعطی کل شی خلقہ ثم ھدی اسی طرح کہا جاتا ہے کہ ایک سانپ ہوتا ہے اندھا۔ آبادی سے بہت دور رہتا ہے جنگل سے بستی کے اندر بعض باغوں میں آتا ہے۔ اور وہاں کی بعض اشیا پھول پتی سے آنکھیں ملتا ہے اس سے اس کی آنکھیں روشن ہو جاتی ہیں۔ یہ کس نے اسے سکھلایا کہ تیرے لئے یہ شئے نافع ہے۔ یہ سب اسی فیض باری نسیم کی شگوفہ کاریاں ہیں۔ ان مچھلیوں نے جو حازم نہ تھیں ماہی گیر کو دیکھ کر ادھر ادھر بھاگنا شروع کیا اور ماہی گیر نے جب جال ڈالا تو اس میں آگئیں اور پھنسکر ہلاک ہوئیں۔ انھوں نے بھی اپنے ضرر کو دیکھ لیا تھا مگر چونکہ عقل سے کام نہ لیا اور حزم نہ

رہا اس لئے ہلاک ہوئیں۔ یہ تدبیر کو تقدیر سے ہم رشتہ نہ کرنے کا نتیجہ تھا۔ ان کہانیوں سے سبق حاصل کرنا چاہیئے اے دوستو اے بھائیو وقت کے یکایک آجانے اور تقدیر کے دفعتہً ظاہر ہوجانے سے غافل نہ رہو ایاکم عن فجاءۃ الاجل وبغتۃ التقدیر میں نے بہت دیکھا ہے کہ لوگ غفلت میں سوتے کے سوتے رہ گئے ہیں اور تقدیر کا لکھا یکایک ان کے سامنے آگیا ہے۔ اب ایک حکایت اور سنو، طیفور شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو نورِ حضور اور اللہ جل شانہٗ کی شانِ بندہ نوازی اور تربیت شکرگذاری سے کافی حصہ ملا تھا ایک بار اُن پر فیضِ قدسی کا دروازہ کھلا تو التماس کیا اللّٰھم ارحمنی واغفرلی۔ الٰہی مجھ پر رحم کر اور بخش دے۔ حضرت عزّت تقدس وتعالےٰ سے ندائے بےصوت آئی کہ اذھب فقد غفرت لک جا ہم نے تجھے بخش دیا۔ طیفور رحمۃ اللہ علیہ کے لئے یہ فرحت وانبساط کا وقت تھا اور اُدھر درِفیض وبخشش وا تھا، دُعا کی الٰہی سب کو بخش دے۔ ارشاد ہوا "بخش دیا" اب بے باکی دکھلاتے ہیں اور عبودیّت کے مقام سے قدم اٹھاکر مقامِ فضول میں قدم رکھتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ابلیس کو بھی بخش دے۔ اس پر ڈانٹ پڑی کہ وہ آتشی ہے۔ آتش کی تاب لا سکتا ہے، تو خاکی ہے۔ اپنا غم کھا دیکھو فضولیات میں پڑنے کا یہ نتیجہ ہوتا ہے تم اس سے بچتے رہو۔ میں نے چند سالکانِ عارف اور فنا فی اللہ کو دیکھا ہے کہ ان کے بعض کلمات سے اسلام کو نقصان پہنچا ہے مثلاً مولانا فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ، مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ محی الدین ابن العربی وغیرہ ان سے بعض مسائل میں ایسے کلمات قلم سے نکل گئے ہیں جن سے اسلام کو نقصان پہنچا ہے یعنی عوام ان کی حقیقت کو نہیں سمجھ سکتے اور بہک جاتے ہیں۔ اے عزیز اب سچے طالب نظر نہیں آتے اور مجاہدہ و ریاضت اور مواجب دینداری باقی نہ رہی۔ زمانہ خراب ہے حقیقت کو جاننے والے نہیں رہے۔ اتحاد جس کا صوفی ذکر کیا کرتے ہیں یہ نہیں ہے کہ دو وجود ایک ہوجائیں لاحول ولاقوۃ الا باللہ، یا یہ کہ

سالک ہلاک و فنا ہو جاتا ہے۔ بمصداق کل شی ھالك الا وجہہ محمد حسینی بھی اسی خیال میں تھا مگر جب حقیقت ظاہر ہوئی تو پردہ اٹھ گیا۔ شریعت غرا کو جسے صاحب شریعت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اتنی محنت و مشقت سے رائج کیا تھا ایسے کلمات سے حک نہ کرنا چاہیئے یہ مناسب نہیں اللھم ارشدنا وارزقنا اتباع حبیبك ونبیك وصفیك برحمتك یا ارحم الرحمین۔

اتباعِ شریعت ہی میں سلامتی ہے' ہاں مگر عشق یہ ایک دوسری ہی شئے ہے ؎

عشق آمد و خانہ کرد تاراج ۔۔۔ مانیز نہیم دل بہ تاراج

مجنوں ہر نماز عصر کے وقت مستانہ و والہانہ جو عاشقوں کی رفتار ہے کوئے لیلےٰ میں آتا اور جہاں لیلیٰ رہتی تھی اس کی کھڑکی کے نیچے جا کر ایک پتھر پر لیٹ رہتا۔ لیلیٰ کی نظر بھی اس پر پڑتی۔ رقیبوں کو بُرا معلوم ہوا۔ انھوں نے کہا کہ یہ شخص مار پیٹ سے نہ مانے گا آؤ پتھر کے نیچے آگ جلائیں اور اُسے خوب گرم کریں' جب مجنوں لیٹے گا تو اُسے حال معلوم ہوگا۔ انھوں نے ایسا ہی کیا۔ اُدھر وہ دیوانہ فرزانہ' از خویش بیگانہ اپنے وقت پر آیا۔ پتھر پر جو ہمہ تن آگ ہو گیا تھا بیٹھا اور لیٹا اور جل بھُن گیا اور بدن سے دھواں نکلنے لگا۔ رقیب دَوڑے کہ ارے دیوانے تُو جل گیا۔ اس نے کہا تن جل گیا تو کیا ہوا دل عرصہ ہوا کہ جل بھُن چکا ہے اس سرو قد لالہ رُخ پستہ لب سے اس کے سوا اور کیا حاصل ؎

حاصلِ عشقش سہ سخن بیش نیست ۔۔۔ سوختم و سوختم و سوختم

ایک دفعہ حضرت داؤد علیہ السلام سے اللہ جل شانہٗ نے اپنے دوستوں کی تعریف کی کہ ہم نے بارہا ان کے دل پر بلائیں نازل فرمائیں مگر وہ ان سب کو اس طرح پی گئے جیسے مصری کے گھونٹ اور ان بلاؤں پر فخر و ابتہاج کرتے تھے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے دل میں بھی ایک جوش آیا اور عرض کیا کہ ایک بلا مجھ پر بھی نازل

فرما۔ بارگاہ عزت کے پردے سے ندا آئی کہ تمہیں اس کی طاقت نہیں کہ ہمارے پیکان کے زخم کو سہ سکو، مگر حضرت داؤد علیہ السلام نے استدعا کی چنانچہ درخواست قبول ہوئی اور ایک امتحان میں ڈالے گئے۔ قصہ یہ ہے کہ ایک روز وہ بیت المقدس میں بیٹھے زبور کی تلاوت فرمارہے تھے کہ ایک چڑیا جس کا جسم زرِ خالص کا اور چونچ مروارید کی تھی پاس نظر آئی آپ نے جلدی سے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا کہ بچوں کے کھیلنے کے لئے ایک کھلونا ہاتھ آئے گا۔ مگر چڑیا اُچک کر آگے گئی۔ آپ نے ہاتھ بڑھایا تو وہ زینہ پر پہنچ گئی حضرت داؤد علیہ السلام اٹھے اور اس کی طرف چلے وہ اور اُچکتی ہوئی بالاخانہ پر پہنچی۔ آپ بھی پیچھے پیچھے گئے وہاں کھڑے پر ایک مکان کا منظر نظر آیا کہ صحن بام پر ایک عورت ماہ پیکر، سرو قد، پستہ لب، بادام چشم نہارہی ہے۔ غیر مرد کو دیکھ کر اس نے سر کو جنبش دی اور بالوں کا جوڑا کھلکر سارے جسم پر آگیا اور لمبے لمبے گھنے بالوں سے تمام بدن چھپ گیا۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے دل پر عشق کا ایک تیر لگا اور آہِ سرد کھینچکر بیٹھ گئے۔ یہ اُوریا کی بیوی تھی جس کو آپ نے جہاد پر بھیجا چنانچہ وہ میدان جنگ مارا گیا اور آپ نے اس عورت سے شادی کرلی۔

اسی قصہ کو اللہ جل شانہٗ نے قرآن پاک میں اس طرح بیان فرمایا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس دو شخص جھگڑتے ہوئے آئے ایک کہتا تھا کہ اس کے پاس ننیانوے بھیڑیں ہیں اور میرے پاس صرف ایک بھیڑ ہے پھر بھی اس نے میری ایک بھیڑ چھین لی حضرت داؤد علیہ السلام کو اس سے تنبیہہ ہوئی اور بارگاہ الٰہی میں توبہ کے لئے سجدہ میں گر پڑے۔ خَرَّ سَاجِدًا وَّ اَنَابَ۔

یہ ہیں عشق کی کارستانیاں ؎

عشق آمد و خانہ کرد خالی
برداشتہ تیغ لاو بالی

کسی کا شعر ہے ؎

من از عشقِ تو خون خوردن گرفتم
تو دیری زی کہ من مردن گرفتم

یعنی تیرے عشق میں خونِ جگر کھانے لگا ہوں خدا تیری عمر دراز کرے میں نے اب جان ہی دیدینے کا قصد کر لیا ہے۔ حضرت خواجہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ یہ شعر لکھ کر فرماتے ہیں کہ اے احمق یہ کہاں کی شکایت و حکایت نکالی۔ مرنا چاہتا ہے تو مر جا۔ ابدی عمر نصیب ہوگی۔ قیس عامری کی یہ دعا یاد رکھ ؎

یارب تو مرا بروئے لیلی
ہر لحظہ بدہ زیادہ میلی

اللّٰھم زد فزد

فائدہ[1]

ذکر و معائنہ و مشاہدہ کے بیان میں

زبان سے ذکر کرو تو وہ لقلقہ کہلاتا ہے، اور دل سے ذکر کرو تو وسوسۂ دل کے ذکر کو ذکرِ خفی کہتے ہیں۔ اس میں دل ہی دل میں ذکر کر کے دل پر ضرب لگاتے ہیں۔ اس کے دو طریقے ہیں۔ ایک میں ظاہر کی رعایت کرتے ہیں یعنی گو ذکر دل ہی دل میں ہوتا ہے مگر ظاہر میں بھی جسم کو کچھ حرکت دی جاتی ہے اور دوسرے میں ظاہر کی بالکل رعایت نہیں کرتے یعنی ظاہر جسم کو کوئی حرکت نہیں دیتے صرف حس کے ساتھ دل پر ضرب لگائی جاتی ہے۔ اس میں بہت اثر ہے۔ پھر ایک ذکرِ رُوحی ہوتا ہے جسے مشاہدہ کہتے ہیں یعنی ذکر کرتے وقت ذاکر سمجھتا ہے وہ حضوری میں ہے اور سامنے بیٹھ کر ذکر کر رہا ہے۔ اسے ذکرِ رُوحی اس لئے کہتے ہیں کہ رُوح اسے دیکھتی ہے اور اس ذکر کے ساتھ خود بھی ذکر کرتی ہے۔ اس کے علاوہ ایک اور ذکر ہے وہ ذکرِ سرّ کہلاتا ہے جسے معائنہ کہتے ہیں۔ معائنہ اور مشاہدہ میں فرق ہے۔ مثلاً ایک شئے کو صبح تڑکے دیکھو، پھر اسی کو دوپہر کو دیکھو۔ ان دونوں اوقات کے دیکھنے میں بہت فرق ہوگا۔ صبح کے وقت جھٹ پٹا سا ہوتا اور کچھ اندھیرا باقی رہتا ہے لیکن دوپہر کو سورج کی روشنی ایسی جگمگاتی رہتی ہے کہ کوئی شئے چھپی نہیں رہتی۔ مشاہدہ بعض اوقات صاف نہیں ہوتا کبھی اس میں ہلکا سا حجاب ہوتا ہے۔ اور کبھی واضح تر اور کشادہ تر مشاہدہ

---

[1] ماخوذ از مکتوب نمبر (۷) خواجہ بندہ نواز گیسو دراز رضی اللہ عنہ جو بعض مریدوں کو معتقدوں کے نام ہے ۱۲

ہوتا ہے، نیز ایسا بھی ہو سکتا ہے۔ جیسے کہ آفتاب کا عکس پانی یا آئینہ میں لیکن دوپہر کو جس طرح صاف ایک شئے نظر آتی ہے اسے معائنہ کہتے ہیں اس میں کوئی حجاب یا دھندلا پن نہیں ہوتا اسی کو کشفِ حقیقت کہتے ہیں امام ابوالقاسم قشیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اَنْوَارُ الْمُکَاشِفَۃِ بِتَجَلِّی الصِّفَاتِ وَاَنْوَارُ الْمُشَاهِدَۃِ بِظُهُوْرِ الذَّاتِ یعنی مکاشفہ کے انوار کا خزانہ صفاتِ ربانی کی تجلی ہے اور مشاہدہ کے انوار کا قیام ظہور ذات سے ہے۔ تجلی اور ظہور میں بہت فرق ہے۔ مثلاً معشوقہ لبِ بام آتی ہے اور عاشق صحن خانہ یا کہیں گلی میں ہوتا ہے اور نظارہ کرتا ہے اسے مشاہدہ کہتے ہیں لیکن ایک صورت یہ ہوتی ہے کہ عاشق معشوقہ سے ہم زانو یا ہم بستر ہوتا ہے اور ایک دوسرے سے دل کی باتیں کرتے ہوتے ہیں یہ معائنہ ہے اور ظہورِ ذات۔

ذکرِ خفی میں مثابت ہوتی ہے یعنی ذاکر مذکور میں گم ہو جاتا ہے مگر مذکور کی شان یہ ہے کہ کسی شئے کے واقع ہونے سے نہ اس کی ذات میں کوئی تغیّر ہوتا ہے اور نہ صفات میں۔ پس اس سے اور گم ہونے سے کیا تعلق۔ ہاں ذاکر جو وجود و صفات دونوں اعتبار سے فانی ہے وہ بیشک باقی نہیں رہتا اور گم ہو جاتا ہے اور انوارِ صمدیت اسے گھیر لیتے ہیں، اس کے بعد نہ قرب رہتا ہے اور نہ بُعد اور نہ گم ہونا اور نہ ملنا اور نہ فصل اور نہ وصل ہے

تو او نہ نشوی ولیکن ار جہد کنی

جائے برسی کز تو توئی برخیزد

کچھ معلوم ہے کہ وہ کیا فرماتا ہے لمن الملك اليوم آج کس کی حکومت ہے پھر خود ہی جواب دیتا ہے لله الواحد القهار یعنی اللہ کی جو یکہ و تنہا اور ہر شئے پر غالب اور چھایا ہوا ہے لیکن یہ بھی معلوم ہے کہ میں کیا کہتا ہوں۔ میں کہتا ہوں کہ الله نور السموات والارض یعنی وہ آسمان و زمین اور ہر شئے کا اجالا اور ہر شئے پر محیط ہے۔ پھر جب وہی سب پر چھا گیا تو کونین کا

وجود کہاں رہا۔ کونین اس میں فنا اور گم ہوگئے مگر شکر کا نام اور صفات سننا اور بات ہے اور شکر کھانا اور بات ہے۔ پھر شکر کی حقیقت اور اس کے مبدا اور معاد پر آگاہ ہونا دوسری بات ہے اور پھر خود شکر ہو جانا کچھ اور ہی بات ہے۔ خدائے پاک ہمیں تمہیں سیدھے راستے پر رکھے اور جن باتوں کو وہ پسند نہیں کرتا ان سے بچائے اور کجروی اور لغزش اور خطا سے اپنی پناہ میں رکھے۔

فائدہ [1]

چند روزہ زندگی کو غنیمت سمجھنے اور بعیت غائبانہ کے بیان میں

حدیث شریف میں ہے اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ مَعَالِیَ الْھِمَمِ وَ یَکْرَہُ سَفْسَافَھَا [2] یعنی اللہ جل شانہ بلند ہمتوں اور اونچے ارادوں کو پسند فرماتا ہے اور حقیر اور پست ہمتوں اور رذیل ارادوں کو پسند نہیں کرتا۔ دنیا کے جاہ و دولت اور مال و مکنت اک بجلی کی چمک اور بادل کے چلتے پھرتے سایہ کی طرح ہے۔ بجلی کبھی چمکی کبھی ڈوبی، کبھی آئی کبھی گئی اس کا کوئی اعتبار نہیں۔ ایسی وہمی چیز سے کیا دل لگایا جائے۔ کھاری مٹی میں کیا بویا جائے۔ پانی پر کیا نقش جمایا جائے اس میں نہ بھلائی کی امید ہے اور نہ کامیابی کی۔ ایک سوکھی لکڑی کا گھوڑا بنانا ہے جس کا نہ قدم اٹھ سکتا ہے اور نہ اس سے منزل طے ہو سکتی ہے۔ آخر کار عاجز ہو کر بے دست و پا بیٹھ جانا پڑتا ہے مگر اس عاجزی اور منزل طے نہ کرنے کا احساس نہیں ہوتا۔ افسوس صد افسوس بھلے آدمی ؎

رخت بردار ازیں سرائے کہ ہست   ہم سرانے دا بر طوفاں بار

بادل گھرا چھایا ہوا ہے اور مکان کے چھت میں سوراخ پڑے ہوئے ہیں اس گھر سے جلد اپنا بوریا بدھنا سنبھالو۔ مقصود یہ ہے کہ اس زندگی کو چند روزہ مگر بہت غنیمت سمجھو اور جو سانس چل رہی ہے اسے بڑی نعمت جانو اور خدائے عزوجل کی جو طاعت و عبادت

---

[1] ماخوذ از مکتوب نمبر (۸) خواجہ بندہ نواز گیسو دراز رضی اللہ تعالیٰ بجانب مولانا نظام الدین محقق رحمۃ اللہ علیہ

[2] وسائل الوصول مصنفہ یوسف بن اسمٰعیل نبہانی میں یہ حدیث موجود ہے مگر اس میں الھمم کی جگہ الامور ہے ۱۲

کر سکتے ہو کرو اور اس کی یاد سے ہر وقت اپنے دل و جان کو مالا مال رکھو اور اس کے سوائے اور کسی طرف دل نہ لگاؤ اور اِس جہاں کے کام کو اُس جہاں کے سپرد کر دو۔ پس اگر ایک ایسا نفس جو نامرضیات سے پاک وصاف ہے اور ہر وقت حق تعالیٰ کی طرف متوجہ رہتا ہے، تمام شرطوں کے ساتھ جیسا کہ حق ہے تمہیں نصیب ہو جائے تو شکر کرو۔ پھر گو تم دنیا میں رہو گے مگر سارے کام ٹھیک ہوتے رہیں گے جب دل میں خدائے عزوجل کی لو لگ گئی اور نفس میں پاکی آگئی تو ضرور بالضرور درجات میں ترقی اور مرفہ الحالی شروع ہو جائے گی خبردار خبردار ایک سانس بھی غفلت میں نہ نکلے ؎

نصیحت ہمین است جان برادر که اوقات ضائع مکن تا توانی

اے بھائی جہاں تک ہو اوقات ضائع نہ کرو جو کچھ کرو خدا کے لئے اور خدا کے دیدار کے لئے کرو خدا والے ہو جاؤ گے۔

اس فرزندِ شائستہ کے لئے جس کی درخواست حصولِ بیعت تم نے بھیجی تھی اپنی پہنی ہوئی ایک ٹوپی بھیجتا ہوں۔ خدا اسے دل خدا شناس اور نفسِ حق پرست دے۔ تمہیں اپنی طرف سے وکیل کرتا ہوں۔ اس سے کہنا کہ مولانا نظام الدین کے ہاتھ کو ہمارا ہاتھ سمجھے اور ان کی زبان کو ہماری زبان اور جو تلقین کہ لکھتا ہوں اسے سمجھے گویا کہ میری زبان سے سُنی ہے۔ اس سے کہنا کہ مولانا کو صدر میں بٹھانا اور ان کی طرف منہ کر کے تین جگہ زمین پر سر رکھنا اور سمجھنا کہ تمہارا منہ ہماری طرف ہے، ان کے ہاتھ پر ہاتھ رکھنا اور سمجھنا کہ ہمارا ہاتھ ہے اور ان کی زبان کو ہماری زبان سمجھنا اور ان کے اس بول کو سُننا کہ تم نے عہد کیا اس ضعیف سے۔ اس ضعیف کے پیر سے اور پیر کے پیر سے اور تمام مشائخ طبقات رضوان اللہ علیہم اجمعین سے۔ آنکھ کی اور زبان کی نگہبانی کرنا اور جادۂ شریعت پر رہنا اور جب مولانا پوچھیں کہ تم نے قبول کیا تو کہنا ہاں قبول کیا۔ پھر وہ کہیں گے الحمدللہ اور قینچی لے کر سر کے دونوں طرف سے تھوڑے تھوڑے بال کاٹ دیں گے

اور تکبیر کہتے جائیں گے اور اپنے ہاتھ سے میرے نائب بن کر جو ٹوپی میں نے بھیجی ہے تمہارے سر پر رکھ دیں گے اور اس وقت بھی تکبیر کہتے جائیں گے، پھر دو رکعت نماز پڑھنے کے لئے ہدایت کریں گے۔ جب نماز پڑھ چکنا تو ان کے سامنے اس طرح آنا جس طرح پیر کے سامنے آتے ہیں اور کچھ نذر پیش کرنا جو اگر ہو سکے تو ہمارے پاس بھیج دینا ورنہ وہیں راہِ خدا میں خرچ کر دینا۔ جب مولانا نظام الدین یہ کہیں کہ تم نے اس ضعیف سے عہد کیا تو ضعیف سے یہ سمجھنا کہ وہ خود "ہم" ہیں۔ اسی طرح ہر قول کو سمجھنا۔ پھر ہمارے اس ارشاد کو جو وہ بتا دیں اپنی زبان سے کہیں گے ہمارا سمجھنا۔ یعنی پانچ وقت نماز باجماعت گذارنا۔ جمعہ کی نماز اور غسل کو ناغہ نہ کرنا۔ ہاں اگر کوئی شرعی عذر مانع ہو تو مضائقہ نہیں۔ ہر روز مغرب کی نماز کے بعد تین سلام سے چھ رکعت نماز پڑھنا اور ہر رکعت میں تین تین بار سورۂ اخلاص پڑھنا۔ اس نماز کے بعد دو رکعت اور سلامتی ایمان کے لئے پڑھنا اور اسے ہمیشہ اس طرح پڑھتے رہنا کہ ہر رکعت میں سات سات بار سورۂ اخلاص اور ایک ایک بار قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس دونوں سورتیں پڑھیں اور سلام پھیرنے کے بعد سجدہ کریں اور تین مرتبہ یہ دعا مانگیں یاحیّ یا قیوم ثبتنی علی الایمان یعنی اے وہ ذات جو زندہ و پائندہ ہے ہمارے قدم ایمان پر جمائے رکھ، پھر عشاء کی نماز کے بعد دو رکعت اور پڑھیں جس کی ہر رکعت میں دس دس مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھنا ہو گا اور سلام پھیرنے کے بعد ستر مرتبہ یا وھّاب کہنا ہو گا۔ اس طرح پر کہ "ھ" جس پر تشدید ہے سینے کے اندر سے نکل رہی ہے اور ہر ماہ میں چاند کی تیرہ، چودہ، پندرہ کو جو ایامِ بیض کہلاتے ہیں روزہ رکھنا ہو گا۔ اگر کسی وجہ سے ناغہ ہو جائے تو اسی ماہ میں پھر رکھ کر پورا کریں اور سفر و حضر کسی حالت میں نہ چھوڑیں۔

فائدہ ۹

یادِ محبوب اور وقت کی ممویٰ کے بیان میں

اللہ جلّ شانہٗ فرماتا ہے اِنّیِ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَاماً میں تمہیں آدمیوں کا پیشوا بناؤں گا۔ اے فرزند یہ کارِ عظیم تمہیں دیا گیا ہے اس کے حق کی ادائی ضروری ہے انبیاءؑ بھی اس کے بوجھ تلے دبے جاتے تھے، شرطِ کار یہ ہے کہ خلقِ خدا کی خیر خواہی اور نصیحت ہر وقت پیش نظر رہے اس کی جفا و تفا پر صبر کرے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پروا نہ کرے شکستگی اور بیچارگی کو اوڑھنا بچھونا بنائے بلکہ اور بڑھاتا رہے اور جس شئے میں نقصان و زیاں کا رہو اس سے دور بھاگے۔ جنّ و انس کو پیدا کرنے سے مقصود صرف عبادت اور بندگی ہے۔ محبّت کی بات ہو یا معاشرت کی، دوستی کی بات ہو یا معاملہ کی اگر وہ خدائے عز و جلّ کے لئے ہے تو کیا کہنا۔ یہ کام جو تم نے اپنے سر لیا ہے اس میں لازمی شرط یہ ہے کہ بندہ بذل و ایثار سے کام لے۔ اللہ جلّ شانہٗ کی راہ میں خرچ کرے اور دوسرے لوگوں کی حاجتوں کو اپنی حاجتوں پر ترجیح دے اور اگر کل کے لئے کچھ نہ بچے تو کوئی اندیشہ نہ کرے۔ پھر ظاہر کے ساتھ اتنا نہیں بلکہ معانی کے ساتھ بہت زیادہ دل کو مشغول رکھے۔ دنیا کی وجاہت اور خلقِ خدا کی آمد و شد کے لئے صورت بنانا کہ لوگ اسے دیکھیں اور ہجوم کریں اپنے آپ کو

ںلے ماخوذ از مکتوبات فریل از خواجہ بندہ نواز گیسو دراز رضی اللہ تعالیٰ بجانب مولانا علاؤ الدین گوالیاری ثم کالپوری۔ مطبوعہ مکتوبات (۱۱-۱۲-۱۳-۱۴-۱۵-۱۶)

ہلاکت میں ڈالنا ہے اس طرف بالکل خیال نہ کرے اور جو کچھ پیش آتے آئے صرف اپنے کام میں یکطرفہ ہوکر مشغول رہے ؎

فارغ چہ بود زخود گذشتیم مارا نہ غمے نہ غمگسارے

بہرحال جو سامنے آئے آئے تم اس طرف بالکل متوجہ نہ ہو نہ دائیں طرف دیکھو اور نہ بائیں طرف۔ سیدھے منہ اٹھائے صراط مستقیم پر چلے جاؤ ؎

در ہر دو جہاں ہر چہ شود گو شو گو وز دورِ زماں ہر چہ شود گو شو گو

مشغول بحق باش و بُراز دو کون وز سود و زیاں ہر چہ شود گو شو گو

اے فرزند ہم نے جو بتایا ہے اسی پر قائم رہنا اور قدم پیچھے نہ ہٹانا، اگرچہ تم ہم سے بہت دور ہو اور گو صحبت اور نورِ حضور سے بہت سی برائیاں اور خرابیاں دور اور دفع ہوتی رہتی ہیں تاہم یہ ایک تدبیر ہے کہ جو کچھ ہم نے بتایا ہے اسے کرتے رہو اور تمام معاملات میں اسی تعلیم پر چلو۔ سرسری طور پر نہیں بلکہ توجّہ دل کے ساتھ، تو گو مشرق و مغرب کا فاصلہ درمیان میں کیوں نہ ہو ہمارے ہم زانو کہے جاؤ گے یہ ایک کلیّہ اور اصل اصول ہے اپنے اوقات کو اوراد و اذکار سے معمور رکھو اور تمام اعمال و اذکار میں اس کلیّہ پر عامل رہو ؎

نصیحت ہمین است جان برادر کہ اوقات ضائع مکن تا توانی

من فات وقتہ فقد فات ربہ جس نے اپنے وقت کو کھویا اس نے اپنے ربّ کو کھویا۔ دنیا کے اشغال ہر سالکِ راہ کے مزاحم ہوا کرتے ہیں لیکن طالبِ خدا کو چاہیئے کہ اگر پاؤں میں کانٹا بھی چبھ جائے تو بھی دوڑنے سے باز نہ رہے۔

یاد رکھو کہ ہر قوم کے لئے ایک ہادی ہوا کرتا ہے لِکُلِّ قَوْمٍ هَادٍ یہ ہادی مرشد ہے۔ مرشد کا جب دامن تھاما تو اس سے چمٹ جاؤ ذکر و مراقبہ تخلیہ و تجلیہ جو کچھ وہ بتائے اس پر عمل کرو لا الٰہ تخلیہ ہے اور الا اللہ تجلیہ ہے۔ مراقبہ کی حالت

ہو یا اجتماع کی دونوں صورتوں میں دل میں آنے جانے والی باتوں کو روکو اور نہ آنے دو اور جو خدشات اور توہمات ان باتوں سے پیدا ہوں ان سے انکار کرو اور دفع کرو اس سے تجلیہ و تخلیہ حاصل ہوگا، اگر ایک ہادی کی پیروی تمہیں میسر ہو گئی تو یہ بڑی نعمت ہے اس کے بڑے اثرات دیکھو گے۔ اس باغ سے جتنے معرفت کے پھل تمہیں نصیب ہوں گے اتنی ہی نعمت زیادہ ہوگی۔ کسی دین میں ان دو صفتوں کے بغیر سلوک طے نہیں ہوسکتا سوائے اس طلب کے جو عزم و ہمّ کی شدّت کے ساتھ ہو اور بجز اس تزکیہ نفس کے جو کمال حضوری کے ساتھ ہو اس معشوقہ تک لے جانے والا اور کوئی نہیں۔ اگر حضوری بکمال کو تم تخلیہ و تجلیہ کا نام دو تو بھی جائز ہے۔ لوگوں سے صحبت کم رکھنا اور کم کھانا پینا لازمۂ حال ہے۔ عاشقوں سے پوچھو کہ معشوق کے بغیر ان کا کیسا حال ہوتا ہے محنت و بلا اور معشوقہ کی یاد عاشق کی غذا ہے، اگر مواجۂ یار ہے تو تجلیاتِ حسن کی بجلیوں سے اضطراب ہے اور اگر درمیان میں پردہ آگیا ہے تو عدم حضوری سے بیقراری ہے۔ کھانا پینا کہاں۔ خواب و خور کہاں، غیر یار سے صحبت کہاں ؎

باغمِ تو الفت و ہم خانگی　　　از دگراں وحشت و بیگانگی

عاشق صادق نہ سوائے دوست کے اور کسی کو دیکھتا ہے اور نہ سوائے اسی کے ذکر کے اور کچھ پسند کرتا ہے۔ اس کے منہ سے جب نکلتا ہے تو دوست ہی کا نام نکلتا ہے۔ اسی کے خیال میں مستغرق ہے اور کچھ گفت ہے اور نہ شنید۔ یہ منزل گم شدہ اور بیخود لوگوں کی ہے نہ کچھ اپنا خیال کرو اور نہ رشتہ داروں کا بلکہ ایک لحظہ کے لئے بھی خلق کے رد و قبول پر نظر مت ڈالو ورنہ دیدار دوست سے محروم ہو جاؤ گے نعوذ باللہ منہا اور اسے ضائع ہونے مت دینا اور نوافل و فرائض میں مشغول رہنا لاِنَّ مَن فَاتَ وَقتَہٗ فَقَد فَاتَ رَبَّہٗ اس لئے کہ جس نے اب وقت کو ہاتھ سے کھویا اس نے اپنے رب کو کھویا۔

فائدہ ۱۰[۱]

مجاہدہ و ریاضت و تعمیل حکمِ پیر کے بیان میں

ہمارا یہی مطلب و مقصود ہے کہ جو لوگ ہم سے تعلق پیدا کریں وہ ماسوئی اللہ سے منقطع ہو کر اپنا وقت تنہائی میں گذاریں اور مدام شغل میں بسر کریں۔ خواجہ نظام الدین احمد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے پیر و مرشد سے ایک مرتبہ استدعا کی کہ حضور میں چاہتا ہوں کہ ہرجائی نہ بنوں۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ایسا ہی ہوگا مگر مجاہدہ شرط ہے۔ پس آپ نے بہ تقلید شیخ صومِ دوام اختیار کیا، پس تم بھی مجاہدہ اور ریاضت کو آخر وقت تک لازم کر لو۔ سب سے کہہ دو کہ جو مرید کہ فاصلہ کے لحاظ سے پیر سے دور ہے مگر اس کے فرمان پر قائم اور جو اسے حکم دیا گیا ہے اس پر عامل ہے اور رضائے پیر کا خواہاں اور ہر وقت یادِ الٰہی کی طرف متوجہ ہے وہ دور نہیں بلکہ قریب ہے اور ہم زانوئے پیر ہے اور جو اپنے شیخ کے فرمان پر نہیں چلتا تو عیاذاً باللہ گو اس کا مکان بہت قریب ہو مگر وہ اتنا دور ہے جتنا مشرق سے مغرب۔

---

۱ ماخوذ از مکتوب ۱۷، ۱۸، ۱۹ از خواجہ بندہ نواز گیسو دراز رضی تعالیٰ عنہ بجانب شیخ ابوالفتح علاؤ کالپوری رحمۃ اللہ علیہ۔

فائدہ[۱۱]

عشق و وصول و ذکر و قرب کے بیان میں

اس دنیا میں سب سے بہتر کام طلب خدائے عزوجل اور اس کا وجدان و عرفان ہے۔ گو کل موجودات کیا حجر کیا شجر کیا فرشتہ کیا جن کوئی اس کی معرفت سے خالی نہیں لیکن انسان کو ایک خاص عرفان وجدان نصیب ہوا ہے جس سے بہت ہی کم مخلوق آگاہ ہے۔ یہ عرفان خاص انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور ان کے پیروؤں کے ساتھ مخصوص ہے۔ معرفت کے لئے یہ ضرور ہے کہ یہ خیال بطور دوام جگہ کرلے کہ وہ معشوق کی خدمت میں حاضر اور اس کی آنکھوں کے سامنے ہے۔ جب یہ توجہ بطور تام حاصل ہو جائے گی تو طالب یا تو اس کے دروازے پر پڑا رہے گا یا اس کے کام میں رہے گا۔ اس کے لئے لازم ہے کہ ماسوائے اللہ سے دل کو پاک و صاف کر کے اخلاق کی درستی اور تزکیہ کی کوشش کرے دل میں سوائے اس کے اور کسی کا خیال نہ آئے۔ تصور میں بس اسی کی صورت اور زبان پر بس اسی کا ذکر رہے جب بات کرے تو اسی کے لطف و کرم کی اسی کے وفا و جفا کی۔ اسی کے بخشش و عطا کی۔ اس میں کبھی یہ ہوگا کہ غلبۂ حال میں معشوق کے ناز و کرشمہ و لب و رخسار کی باتیں بھی منہ سے نکلنے لگیں گی۔ مگر یہ سب پرکارِ محبت کی گردشیں ہوں گی۔ معشوق کے کوچہ میں جس بہانہ سے ہو آتا رہے۔ بلکہ مسکین و عاجز و خستہ وار

لہ ماخوذ از مکتوب نمبر(۲۰) خواجہ بندہ نواز گیسو دراز رضی اللہ تعالیٰ بجانب قاضی اسحٰق و قاضی سلیمان۔

اس کی گلی میں ایک تنکے کی طرح پڑا رہے طرح طرح کی تدبیریں کرے طرح طرح کے ڈنے ڈھکے کرے کہ کسی طرح حصولِ مقصد نصیب ہو۔ کوئی ایک دروازہ کھل جائے۔ اسی کوشش میں اس کے دروازے اور درگاہ کے بیٹھنے والوں اور اس بارگاہ کے رہنے والوں سے ملاقات اور دوستی پیدا کرے تاکہ معشوق تک رسائی کا سامان ہو جائے۔ یہاں تک کوشش کرے کہ آشنائی خاص حاصل ہو جائے۔ اس کوشش میں خواہ جان صرف کرنی پڑے خواہ مال، خواہ جاہ کام آئے، خواہ عزت و جلال، اس درگاہ کے کمترین بندوں کا کمترین غلام بن جائے انہیں لوگوں سے کام نکلا کرتا ہے اس لئے انہیں سے موافقت پیدا کرنا ضرور ہوتا ہے۔

طالب کو چاہیئے کہ ہمیشہ ذکر و مراقبہ اور فکر و تلاوت میں مشغول رہے۔ جس حال میں رہے اسی کی مناسبت سے فکر و ذکر کرے اور امید و بیم میں رہے یعنے یہ امید رکھے کہ ایک دن مقصود ضرور حاصل ہوگا اور معشوق و مطلوب کے حضور تک پہنچ جائے گا۔ لیکن ڈرتا بھی رہے کہ محبوب مرتبہ والا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ کسی بے ادبی سے دھتکار دیا جائے اور آغوش سے ہٹا کر دروازہ کے باہر اور در سے ہٹا کر یاوہ گرد نہ کر دیا جائے۔ کبھی اس کے بہا و جمال میں وارفتہ اور کبھی اس کے کمال و جمال میں مضطرب و آشفتہ رہے۔ طالب یا تو مسجد یا گورستان میں یا جنگل اور ویرانے میں رہتا ہے یا ان مشائخ اہل ارشاد اور عارفانِ امجاد کی خدمت میں رہتا ہے جن کی ملازمت کے بغیر کام نہیں چل سکتا یعنی جب تک کوئی اس کی رہبری نہ کرے گا وہ ہرگز مراد کو نہ پہنچے گا۔ پس اے بھائی جو کچھ پاس ہے سب ان پر سے تصدق کر دو اور جو عزت و شرف حاصل ہے سب ان پر نثار کر دو اس لئے کہ سب سے اہم کام اخلاق کی زینت و آراستگی ہے تخلقوا باخلاق اللّٰہ و تصفوا بصفات اللّٰہ جل شانہ کے سے اخلاق سیکھو اور اسی کی سی صفت اختیار کرو جب تک کہ اس کی

صفتوں سے متصف نہ ہوگے اس کی ذات کا مشاہدہ نہیں نصیب ہو سکتا۔ افسوس کہ یاروں نے نفسِ ذلیل سے انس پیدا کر لیا ہے اور اللہ کی طرف سے فارغ و بے غم ہیں ؎

درچہ کار یدو درچہ مصلحت اید　　لے فرو ماندگان بے مقدار
درجہاں شاہدے وما فارغ　　درقدح جرعہ وما ہشیار

لے جوانمرد یہ آگ تیرے سینے سے کیوں نہیں بھڑکتی اور تیرے دل میں کیوں نہیں جگہ کرتی ! ہائے یہ کیا ہوگیا ہے۔ اے یارِ عزیز و برادرِ شفیق طلب کرو طلب۔ اور اس راہ میں جما کر قدم رکھو، لیکن جب تک کوئی رہبر نہ ہوگا اور اس کی پیروی نہ کروگے راہِ مقصود دکھائی نہ دے گی اور منزل کا نشان نہ ملے گا۔ میرے خواجہ[ع] فرمایا کرتے تھے کہ جو کوئی بغیر پیر کے جلدی سلوک طے کرتا جائے گا اس کی مثال اس رسّی بٹنے والے کی طرح ہے جو جس قدر اور آگے بڑھے گا اسی قدر پیچھے کھلتا جائیگا اور سب سے پیچھے چلے گا۔ طالب کو لازم ہے کہ ہر وقت اوراد و وظائف میں مشغول رہے اشراق و چاشت تہجّد و اوابین کی نمازیں۔ فی زوال (سایہ ڈھلنے کے وقت) کی نماز، اوقات مرجوہ (یعنے جب قبولیت کی امیّد ہے اس وقت) کی نماز شام کے وقت ہو یا صبح کے وقت۔ انہیں برابر پڑھتا رہے۔ یہی سب ہمارے ہاں کے ٹونے ٹوٹکے ہیں ایک دروازہ سے نہیں بلکہ مختلف دروازوں سے اندر داخل ہو۔ ہر دروازے کو کھٹکھٹاؤ پھر دیکھو کہ کس دروازہ سے فتوح روح ہوتی اور عروسِ روح تجلّی فرماتی ہے۔ تحقیق یہ ہے کہ جب تک یہ سب کام نہ کرتے رہوگے کامیابی کا منھ نہ دیکھوگے اور یہ سب، ظاہری اسباب یا باطنی نعمتیں اس وقت تک نصیب نہ ہونگی جب تک کہ طلب میں شدّت اور محبّت میں غلبہ نہ ہو۔ یہ شئے سب پر مقدّم ہے۔ جس راہ پر کہ میں بلا رہا ہوں اس میں ایسی تجارت ہے کہ جتنا زیادہ نقصان ہوگا اتنا ہی فائدہ زیادہ ہوگا۔ وہ کون خوش نصیب جوانمرد اور کس باپ ماں کا جایا ہے جو اس راہ میں نقصان

ع حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلی قدس سرہ العزیز۔

برداشت کرنے اور نفع کمانے پر آمادہ ہے۔ لوگ آبِ رواں پر نقش کاڑھنا اور اس سے عشق بازی کرنا چاہتے ہیں۔ سبحان اللہ اس طرح کبھی کعبۂ وصال تک نہیں پہنچ سکتے۔ شور زمین میں کاشت کرتے اور فصل دِرَو کرنا چاہتے ہیں بہرحال اگر اس عالم کی کوئی نقد شئے تمہارے ہاتھ لگ گئی ہے تو زہے بخت ورنہ وائے محرومی۔ اُس بیچارے پر صد ہزار افسوس ہے جو محروم رہا۔ خبردار طلب کا دامن مت چھوڑنا اور اِدھر اُدھر نظر مت ڈالنا۔ اس نعمت کے سوا جو کچھ ہے وہ ہزل و ہزیان ہے، جس طرح کیمیاگر پارے کو کھرل میں ڈالکر گھوٹتا ہے، تم بھی جب تک اس طرح گھسنے اور رگڑے نہ جاؤگے کام نہ بنے گا۔ بس اس راہ میں بھسم ہو جاؤ واللہ جب تک کہ تمہیں محبّت کی چنگاری اور معرفت الٰہی کی سُرخ گندھک نہ ملے گی تمہارے وجود کا تانبا کبھی سونا نہیں بن سکتا ؎

نصیحت کرد بکتوساں اگر آزادہ بستاں ۔۔۔۔ وگر گوئی کہ نستانم غلام تست بکتوساں

؎ بکتوساں ایک ترکی شاعر کا نام ہے ۱۲۔

فائدہ ۱۲[1]

معرفتِ الٰہی کے بیان میں

وہ شئے جس کی طلب سب سے زیادہ کرنی چاہیئے اور وہ مقصد و مراد جو سب سے زیادہ پیاری اور اہم شئے ہے معرفتِ الٰہی ہے۔ یہ نعمت اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتی جب تک کہ محبت نہ ہو۔ محبت کی دو قسمیں ہیں ایک عام اور دوسری خاص۔ جب پہلی جلوہ گر ہوتی ہے تو بندہ امتثال اوامر یعنے بجا آوری احکام کی طرف دل لگاتا ہے اور دوسری یعنی خاص قسم جیسا کہ اس کا نام ہے ویسے ہی اس کی حقیقت ہے۔ یہ شئے لطفِ محض اور اللہ تعالیٰ کی دین ہے، کسب سے حاصل نہیں ہو سکتی۔ اس کی علامت تزکیہ نفس اور توجّہ تام ہے جسے یہ دو نعمتیں نصیب ہوئیں تو سمجھو اُسے محبّت کی نعمت بھی عطا ہوئی۔

تزکیۂ نفس کم کھانے، کم سونے، کم بولنے اور کم ملنے جلنے سے حاصل ہوتا ہے۔ استقامت شرطِ کار ہے مگر توجّہ تام بغیر پیر و مرشد کی تلقین کے میسّر نہیں ہوتی، اگر پیر و مرشد اپنی صورت کے تصوّر اور حضوری کے لئے کہے تو اس میں مصلحتیں ہوتی ہیں۔ آدمی بن دیکھی چیز کا تصوّر مشکل سے کر سکتا ہے۔ شیخ کی صورت اس کی دیکھی بھالی ہوتی ہے۔ اس کا تصوّر ممکن ہے اور یہ بات جلد حاصل ہو جاتی ہے۔ اس طرح جب دل جمعی پیدا ہوئی

---

[1] ماخوذ از مکتوب نمبر (۲۱) خواجہ بندہ نواز گیسو دراز رضی اللہ تعالےٰ بجانب قاضی اسحاق و قاضی سلیمان۔

تو مرید آسانی سے آگے ترقی کر سکتا ہے۔ تصوّر حضور میں جو بات پیدا ہوتی ہے وہ گو مراقبہ کرنے پر بھی حاصل ہوتی ہے لیکن ہر وقت اپنے آپ کو پیر و مرشد کی حضوری میں تصوّر کرنے میں ایک بڑا فائدہ یہ ہے کہ اتفاق سے کبھی کبھی دونوں کے قلب ایک دوسرے کے آمنے سامنے آجایا کرتے ہیں اور محاذات ٹھیک بیٹھ جاتا ہے پھر پیر کے قلب سے مرید کو براہِ قلب فیض پہنچتا ہے وہ بھی ایسا فیض کہ جو کچھ پیر نے سنو ریاضتوں میں حاصل کیا تھا وہ مرید کو باوجود اس کی گوناگوں گرفتاریوں کے بہ آسانی حاصل ہوجاتا ہے۔ اس کی مثال یوں سمجھو کہ آفتاب کا عکس اُس پانی میں پڑ رہا ہے جو اس کے محاذی ہے، اس پانی کے سامنے ایک دیوار ہے اس پر بھی یہ عکس پانی پر سے چمک کر پڑ رہا ہے جسے عکس کا عکس کہنا چاہیئے۔ یہی حال مرید کے قلب پر عکس پڑنے کا ہے جو کچھ پیر نے ساری عمر میں طرح طرح کی محنت و مشقت سے کمایا تھا طالب کو پہلے ہی قدم میں حاصل ہوجاتا ہے۔ یہ نعمت قلم و زبان سے بیان نہیں ہوسکتی۔ طالب کو جب اس کا ادراک ہوتا ہے تو پہلے پہل اس کی سمجھ میں نہیں آتا مگر تحقیق پیر جس قدر بالمشافہ مفید و مؤثر ہوتی ہے، غائبانہ طور پر خط و کتابت سے اتنی مفید و مؤثر نہیں ہوتی گو اس کا بھی کچھ اثر ہوتا ہے اور فائدہ سے خالی نہیں ہے۔ یہ کہنا کہ شہد ایسا ہوتا ہے اس کا مزہ ایسا ہوتا ہے اور بات ہے اور پیر کا اس کے چند قطرے منہ میں ڈال دینا اور بات ہے۔ یہ کام پیر و مرشد کے حضور میں بنتا ہے اور جو دولت اور اثر نصیب ہوتا ہے وہ اور ہی بات ہے۔ دل کی آنکھ اگر بینا ہے تو بینا تر ہوجاتی ہے اس کام میں مداومت کی بہت ضرورت ہے فتح باب کا انتظار کرنا اور امید رکھنی چاہیئے، تاوقتیکہ بندہ خدا کے ساتھ ایک نہ ہوجائے یعنے جدھر دیکھے خدا ہی کو دیکھے۔ جانے پہچانے تو صرف اسی کو جانے

پہچانے نہ اس کے سوا اور کوئی نظر آئے اور نہ سوائے اس کے کسی اور کی واقفیت و شناخت باقی رہے، اگر یہ بات نہیں ہے تو کچھ بھی نہیں۔ امیدوار رہو داتا بہت سخی ہے۔

فائدہ ۱۳

محبّتِ الٰہی و حضوریٔ دل و رضا بالقضا کے بیان میں

نماز پڑھنا روزے رکھنا، خیر خیرات کرنا یہ کام تو بیوہ بڑھیا بھی کر لیا کرتی ہے۔ طالبانِ خدا کے کام اور ہیں جو بغیر پیر کی مدد کے نہیں ہو سکتے، اس درخت کا پھل محبّتِ الٰہی ہے۔ یہاں عقل گم اور دل پردۂ عدم اور جان حیرت و ہیجان میں ہے۔

یاد رکھو کہ بغیر حضوری قلب کوئی عبادت، عبادت نہیں اور کوئی طاعت، طاعت نہیں اور حضوری قلب صرف پیر کی توجہ سے حاصل ہو سکتی ہے۔ اس کے لئے سامنے رہنے کی ضرورت ہے۔ غائبانہ خط و کتابت سے کام لینا کافی نہیں۔ ہاں اگر پیر کے حکم پر عمل کیا جائے تو حضوریٔ دل بہ آسانی حاصل ہو سکتی ہے۔ لوگ اسے محال کہتے ہیں، مگر یہ کوئی محال شئے نہیں۔ مشکل بے شک ہے، مگر عجب بات ہے کہ ایسی مشکل شئے پیر کے واسطے سے سہل بلکہ سہل ترین، ممکن اور قریب الحصول ہو جاتی ہے۔

یہ مردوں کے کام ہیں، اگر عورتیں بھی انھیں کریں تو وہ بھی مردوں میں شمار ہوں گی اور اگر مرد پست ہمّتی کریں اور عورتوں کے سے کام کریں اور ہوائے نفس کی غلامی میں گرفتار رہیں تو وہ مرد عورت ہیں بلکہ ان سے بھی بد تر۔

زندگی ہمیشہ عبادتِ الٰہی میں گزارنا چاہیئے اور اگر دور و نزدیک کے عزیز رشتہ دار ہوں تو ان کا حق ادا کرنا اور جیسے کہ چاہیئے اچھی زندگی بسر کرنا اور اس جہاں سے صرف

۱؎ ماخوذ از مکتوبات نمبر (۲۲، ۲۳) خواجہ بندہ نواز گیسو دراز رضی اللہ تعالیٰ بجانب شیخ زادہ خوند میر وغیرہ۔

نیک عمل لے جانے کی کوشش کرنا چاہیئے۔

سُن لو جو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے وہی ہوتا ہے وہ خالق خیر و شر ہے جیسا وہ کرے اس پر راضی رہو اور ہرگز ہرگز ناخوشی کا اظہار نہ کرو، تمہارے غم و غصے سے سوائے نقصان کے کچھ فائدہ نہ ہوگا اور وہی ظاہر ہوگا جو اللہ شانہ کی مرضی ہے، ارادہ اسی کا ارادہ ہے علم اسی کا علم ہے وہ قادرِ مطلق ہے اگر کہے کہ ہم سر پہ تلوار کا وار کرتے ہیں تو دم مت مارو سر جھکا دو اگر کہے کہ جگر کو پارہ پارہ کرتے ہیں تو خبردار آہ تک مت نکالو اگر وہ دل کو ٹکڑے ٹکڑے کردے تو پیشانی پر شکن تک مت لاؤ۔ مگر ہاں وہ غفور و رحیم ہے بڑا عفو فرمانے والا اور کرم کرنے والا ہے اس سے ہمیں مغفرت و رحمت عفو و کرم ہی کی توقع ہے، بندہ کو سوائے اس کے آستانہ پر سر رکھ دینے کے اور کوئی چارہ نہیں ہے

چہ چارہ باشد بیچارگان درد ترا ٭ جز آں کہ بر سرِ خاک رہ تو جاں بازند

یہی مردوں کے کام ہیں۔

فائدہ ۱۴

فراغتِ دل سے یادِ الٰہی کرنے کے بیان میں

اس سے بڑھ کر کونسی دولت ہو سکتی ہے کہ تم فراغت کے ساتھ، آنے جانے والوں، دوست و دشمن، آشنا و بیگانہ، سب کی مزاحمت سے محفوظ اپنے خدا کی یاد میں مستغرق رہو ؎

بہ فراغ دل زمانے نظرے بہ خوب رُوئے
بہ ازاں کہ چترِ شاہی ہمہ عمر ہائے و ہوئے

تمہیں لوگوں کی صحبت سے کیا کام، تعلیم و تعلّم سے کیا نسبت، وضو و نماز اور جو کچھ لازماتِ دین ہیں انھیں کافی جانتے ہو اب خدائے عزّوجلّ کی یاد میں مستغرق رہو۔ جس روز کوئی تمہارے پاس نہ آئے نہ تم کسی کا مُنھ دیکھو اور نہ کوئی تمہارا منھ دیکھے، اس روز گویا تمہاری معراج ہے جو لوگ حمام کی تصویروں سے امیّدِ وصال اور کھاری مٹی سے کھیتی کاٹنے کی توقع رکھتے ہیں وہ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے جو لوگ پانی پر نقش بناتے ہیں یا بدکاروں سے عشق بازی کرکے امید وفا رکھتے ہیں انھیں دیدارِ یار نصیب نہیں ہو سکتا۔ جس لمحہ تمہارے دل میں غیرِ خدا کا خطرہ آئے اس لمحہ اپنے آپ کو مشرک و بت پرست سمجھو۔

لہ ماخوذ از مکتوب نمبر (۲۴) خواجہ بندہ نواز گیسو دراز رضی اللہ تعالےٰ بجانب امیر سلیمان و ملک تاج سلیمان و مولانا بدر سلیمان۔

فائدہ ۱۵

محبّتِ الٰہی کے بیان میں

محبت تین قسم کی ہے، ایک محبّتِ عامہ ہے۔ تمام علمائے تفسیر و احادیث اور استادانِ فقہ متفق ہیں کہ خدائے عزّ و جلّ کی محبّت سے مراد اس کے احکام کی فرمانبرداری ہے۔ عقل بھی یہی کہتی ہے۔ نفس بھی یہی جانتا اور سمجھتا ہے۔ چنانچہ رابعہ عدویہ کہتی ہیں ؎

تعصی الہ وانت تظہر حبہ ہذا لعمری فی الفعال بدیع
لوکان حبک صادقاً لاطعتہ ان المحب لمن یحب مطیع

یعنی اللہ جل شانہٗ کی نافرمانی کرتے ہو اور پھر یہ بھی کہتے ہو کہ مجھے اس سے محبّت ہے یہ عجیب بات ہے۔ اگر تم اپنی محبّت میں سچے ہوتے تو ضرور اس کی فرمانبرداری کرتے۔ اس لئے کہ محبّت کرنے والا اپنے محبوب کی ہمیشہ اطاعت کیا کرتا ہے۔

دوسری قسم محبّتِ خاصہ ہے۔ اس کے بھی تین حصّے ہیں۔ محبّتِ افعال، محبّتِ صفات اور محبّتِ ذات، محبّتِ افعال میں صانع کے مصنوعات کا نظارہ ہوتا ہے۔ اس میں اندیشہ یہ ہے کہ بتقاضائے بشریت بندہ ان مصنوعات ہی کی محبّت میں

۱؎ ماخوذ از مکتوب نمبر (۲۵) خواجہ بندہ نواز گیسو دراز رضی اللہ تعالےٰ بجانب قاضی برہان الدین رحمۃ اللہ علیہ ساری ایرجی و سید حسین رحمۃ اللہ علیہ اور امیر سلیمان رحمۃ اللہ علیہ۔

مبتلا ہو کر نہ رہ جائے۔

دوسری محبّتِ صفات ہے، جتنے حسین وجمیل ہیں وہ سب جمالِ الٰہی سے اکتسابِ جمال کرتے ہیں۔ خود اللہ جلّ شانہٗ جمیل ہے اور جمال کو پسند کرتا ہے۔ اللہ نور السمٰوات والارض۔ نورہ کمشکوٰۃ فیھا مصباح الخ یعنی اللہ آسمانوں اور زمین کا اُجالا ہے۔ اس کے نور کی مثال چراغ کی سی ہے (آخر آیت تک پڑھ جاؤ) یہ آیت ہے اور وہ حدیث واقوال ہیں اور محبّتِ صفات کی طرف رہنمائی کرتے ہیں اسی زنجیر میں بہت سے مجذوب وسالک گرفتارہ گئے ہیں اور قید سے خلاصی نصیب نہ ہوئی۔ ذات جو اس پردہ کے پیچھے ہے اس کی طرف نظر نہ گئی اور جس ذات نے نعتِ لطف وجمال اور صفتِ رحمت وکرم کی صورت میں جلوہ فرمایا ہے ادھر نگاہ نہ اٹھی۔ بہت سے بڑے بڑے لوگوں کو اس میدان میں رہ جانا اور بہت سے راہ چلنے والوں کو یہیں گرفتارِ بلا ہونا پڑا ہے اور ملحد و زندیق ہوگئے ہیں۔ اس گھاٹی سے جان بچا لینا سوائے پیر کی عنایات کے ممکن نہیں۔ محبّتِ ذات اسی کی عنایت وتوجہ سے حاصل ہو سکتی ہے اور بس۔

تیسری قسم محبّتِ اخص الخواص ہے وہ ذاتِ مقدّس ومطہّر کی محبّت ہے۔ ابرار واحرار کی زبان وفعل سے اس کا بیان نہیں ہو سکتا۔ یہاں بیان کا دروازہ بند اور عقل کی زبان پر گرہ لگی ہوئی ہے اللّٰھم لا احصی ثناء علیك انت کما اثنیت علی نفسك یعنی اے بارِالٰہا تیری تعریف کا احصی ہم نہیں کر سکتے تو ویسا ہے جیسا کہ تو نے خود اپنی ثناء کر کے فرمایا ہے اسے ایک اشارہ سمجھو العجز عن المعرفۃ معرفۃ (یعنی معرفتِ الٰہی سے اپنی عاجزی اور بیچارگی کو جاننا بھی ایک معرفت ہے) جو ایک رمز ہے اس پر غور کرو۔ خبردار دھوکہ دینے والوں کے دھوکے میں مت آنا اور ان کی پیروی نہ کرنا ورنہ گمراہ ہو جاؤ گے اور یہ نعمت نہیں نصیب ہو سکے گی ؎

"ترا ممکن چنیں دولت توانِ بے دولتی غافل"

مگر ایک لمحہ کے لئے بھی ہوسِ نفس کے پھندہ میں نہ پڑنا، کتنے افسوس کی بات ہے کہ اس جہاں سے چلے جاؤ اور اس دولتِ نقد میں سے کچھ بھی تمہارے حصّہ میں نہ آئے۔ ایک وقت ایسا آئیگا کہ اپنے تمام کئے پر پشیمان ہونا پڑے گا۔ پس غافل اور بے غم مت بیٹھو۔ آخر تمہیں خدا کے ساتھ رہنے میں کیا نقصان ہے اگر کسی بے حقیقت خیالی و فانی شئے کو دے کر اس نعمت کو خرید لو اور ایک ذلیل شئے کے بدلے خدا تمہارے ہاتھ آئے تو کیا یہ کوئی نقصان و زیاں کی بات ہے۔ چلے آؤ چلے آؤ ابھی وقت باقی ہے دروازہ کھلا ہوا ہے ۔ دربان مزاحم کار نہیں اور راہ گذر عام ہے۔ تم ہی کیوں محروم رہو، امید ہے کہ سب مسلمان اپنے اپنے راستہ پر ہولیں گے اور مقصود سے محروم نہ رہیں گے۔

فائدہ ۱۶[1]

ضرورتِ صحبت و ارشادِ پیر و محبتِ الٰہی کے بیان میں

جو کوئی تنہائی میں زندگی بسر کرے اور کھانے پینے میں کمی کرے اس میں نور اور صفائی قلب پیدا ہو جائے گی۔ جو خواب دیکھے گا صحیح اُترے گا۔ جو بات اس کے دل میں آئے گی تقدیر کے موافق ہوگی۔ اس عمل سے ہر قسم کے لوگ اس سے محبت کرنے لگیں گے اور معتقد ہو جائیں گے مگر اہلِ طریقت کے نزدیک یہ کوئی بڑی بات نہیں۔ مقصود جو ہے اس سب سے بہت دُور ہے اور وہ بجز پیر کی صحبت کے حاصل نہیں ہو سکتا۔ ایک مشفق پیر کے ارشاد کی بہت ضرورت ہے اس کے بغیر اس مقصد تک جو سب سے زیادہ بڑا، سب سے زیادہ اہم ہے پہنچنا دشوار ہے۔ پس پیر کی ملازمتِ صحبت و اطاعت اختیار کرو۔ وقت بہت قیمتی ہے اور عمر تھوڑی رہ گئی ہے اور غفلت جو طاری ہے ایک جنونی کیفیت رکھتی ہے۔ جانتے بھی ہو یہ غفلت کس چیز سے ہے ؎

در جہاں شاہدے و ما غافل　　　　در قدح جرعۂ و ما ہشیار

کوشش کرو۔ گو عمر اخیر ہے مگر ممکن ہے اب بھی یہ نعمت نصیب ہو جائے۔

ایک حکایت سنو! ایک سوداگر کے پاس ایک لونڈی تھی اس سے ایک نوجوان کو عشق ہو گیا۔ اس غم میں گھلتے گھلتے وہ بیمار پڑ گیا سب طرح کے دارو درمن، ٹونے ٹوٹکے

---

[1] ماخوذ از مکتوبات نمبر (۲۶ و ۲۷) خواجہ بندہ نواز گیسو دراز رضی اللہ تعالٰی بجانب خواجہ ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ بہرچی و شیخ خوجن رحمۃ اللہ علیہ دولت آبادی۔

کئے گئے کوئی فائدہ نہ ہوا۔ ایک دن ماں نے پوچھا۔ پوت تو میرا گوشت و پوست میرے جگر کا ٹکڑا ہے۔ بتا تو سہی کہ معاملہ کیا ہے۔ اس نے ماں کی شفقت دیکھ کر سب حال بیان کر دیا۔ ماں نے کہا یہ کونسی بڑی بات ہے۔ سوداگر کے یہاں پیام بھیجا کہ لونڈی کو ہمارے ہاتھ بیچدو۔ اس نے انکار کیا۔ ادھر اس کنیزک کی حالت بھی خراب تھی اپنے آپ گھل رہی تھی۔ حتیٰ کہ اسے دق ہو گئی۔ سوداگر نے یہ دیکھ کر سودا کر لیا اور کنیزک اس گھر میں آئی۔ نوجوان کے سب اعزا آ گئے اور بتدریج اسے محبوبہ کے آنے کی خبر دینی شروع کی کہ کہیں شادی مرگ نہ ہو جائے غرض جب وہ سامنے آئی تو لڑکے نے سب کو ہٹا دیا کہ راستہ خالی کر دو تاکہ میں اس جمالِ جہاں آرا پر ایک نظر ڈال سکوں۔ جس وقت نوجوان کی نظر اس کوکب دُرّی پر پڑی دونوں ہاتھ بغلگیر ہونے کے لئے پھیلا دیئے لوگوں نے لڑکی کو سینہ پر ڈال دیا۔ دونوں کا سینہ سے سینہ ملا اور لڑکا جان بحق تسلیم ہو گیا۔ یہ عشق کی ایک کمترین تجلّی تھی۔ پس اُس تجلّی اور نعمت کا کیا پوچھنا جو جمال و جمیل دونوں کی خالق کی تجلّی ہو۔ جب اس بھید کی طلب سر پہ سوار ہو گی تو کیا حال ہو گا۔ اب سنو کہ ہم جو ہر ایک کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں پکڑ لیتے اور مرید کر لیتے ہیں تو اس لئے کہ ہم اسی کام کے لئے بنائے گئے ہیں کہ اس بھید سے لوگوں کو آشنا کریں۔ ہماری مثال ایک شکاری کی سی ہے جس نے جال بچھا دیا ہے اور مرغ زیرک کا انتظار ہے۔ اس اثناء میں چھوٹی موٹی چڑیں بھی جال میں آ جائیں تو کوئی مضائقہ نہیں۔

اگر جاہ تمہارے لئے مانع ہے تو اسے کوئیں میں ڈالو اور اگر کوئی اور شئے دامن گیر ہے تو اس پر بھی مٹی ڈالو اور آؤ ادھر آؤ ؎

چہ بکونین می شوی مغرور ہر دو عالم بدہ و مبادلہ کن

فائدہ ۱۷

ترک ما سویٰ اللہ اور حصولِ قربِ الٰہی کے بیان میں

خدا کی یاد اور اس کے کام کے سوا جو کچھ بھی ہے سب خرافات ہے لہو و لعب ہی نہیں بلکہ ممنوع ہے۔ کیا جو شئے خدائے عزوجل سے باز رکھے وہ ممنوع نہ کہی جائے گی؟ ایسی باتوں میں خبردار مت پڑنا۔ کہیں آبِ رواں پر کوئی نقش بنایا جا سکتا ہے۔ شور زمین میں کھیتی کرنے سے کچھ فائدہ حاصل ہو سکتا ہے؟ اندھیرے راستے میں آفتاب عالم تاب کا انتظار مت کرو۔ سب کو دل سے دور رکھو اور صرف خدا کو اس میں جگہ دو۔ پیر سے مدد لو اور این و آں میں دل مت اٹکاؤ۔ اس میں شک نہیں کہ تدبیر معاش لابدی شئے ہے مگر اس میں اتنا انہماک نہ چاہیئے کہ بندہ خدا کو بھول جائے اور اس کی یاد میں غفلت کرنے لگے۔ استغفر اللہ۔

جو شئے کہ خدائے عزوجل سے باز رکھے وہ حرام ہے اس میں کبھی برکت نہیں ہوتی۔ اس تھوڑے کو بہت سمجھنا، خبردار یہ گمان نہ کرنا کہ کہاں میں اور کہاں یہ کام، ہر شخص میں خدائے وہاب نے اس کی استعداد و قابلیت رکھی ہے جو میں کہتا ہوں اور جو پیروں نے کہا ہے اس پر عمل کر کے دیکھو تو سہی۔ ایسا جہاں نظر آئے گا کہ کبھی نہ آنکھ نے دیکھا اور نہ کبھی وہم کا ادھر سے گذر ہوا ہوگا۔ ہماری بھی عجب حالت ہے ہر شخص سے چاہتے

سلے ماخوذ از مکتوبات نمبر (۲۸ و ۲۹) خواجہ بندہ نواز گیسو دراز رضی اللہ تعالیٰ عنہ بجانب مولانا قطب بدر و دیگر ساکنانِ گجرات و بعضے دیگر مریدین ۱۲۔

ہیں کہ ادہر آئے - ہاتھوں میں شرابِ محبتِ الٰہی کا خُم لئے کھڑے ہیں۔ شراب جوش مار رہی ہے اور راہ گیروں کے لئے سبیل رکھی ہوئی ہے ایک شخص اس میں سے قدح بھر کر صدا لگا رہا ہے حیئی علی الراح والریحان۔ یہ لو رحمت و رزق الٰہی کے پیالے پیو۔ لیکن لوگوں کی یہ بے پروائی ہے کہ کوئی ادھر رُخ ہی نہیں کرتا اور ہماری صدا پر لبیک ہی نہیں کہتا۔ کب تک آخر اس اندھیری کوٹھری میں رہنا ہے آخر ایک دن سب سامان اٹھا کر صحرائے عدم میں بستر لگائیں گے۔ بیگانوں سے خلاصی حاصل کرنے کی خوشی منائیں گے اور اپنے نشان کا علم میدان لاہوتی میں نصب کریں گے اور اطرافِ عالم کو آراستہ پیراستہ کریں گے اور جہاں اپنا ملجا و ماوا اور جائے قرار ہے وہاں گھر بنائیں گے۔ اپنے وقت کے خود مالک و سلطان ہوں گے، کچھ روحانی اشیا روحانی عالم کے باشندوں کو تحفہ دیں گے اور پھر اس سے آگے اور اونچے اڑیں گے، حتیٰ کہ ایک کے ساتھ ایک ہو جائیں گے[ع] یہاں تک کہ اپنا نشان بھی باقی نہ رہے گا۔ خود ہی اپنی باتیں، خود اپنے سے، اپنے ہی حال کی اپنے ہی نفس سے کریں گے۔ والسلام۔

ع اس اتحاد سے ضم ہو جانا مراد نہیں بلکہ اپنی فنائیت تامہ مراد ہے۔ (مترجم)

فائدہ ۱۸

محبتِ الٰہی کے بیان میں

اللہ جل شانہٗ کا ہر حال میں شکر ہے، آرام میں بھی، تکلیف میں بھی، نرمی میں بھی گرمی میں بھی اور سب تعریفیں ہر حال میں اسی کے لئے ہیں پھر درود نامحدود اس ذات رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم پر ہو جو تمام انبیائے کے سردار ہیں اور آپ کے اصحاب واولاد عترت پر۔

تمام اہل تحقیق کے سامنے یہ مسلّم ہے کہ تمام کاموں میں سب سے بڑا کام اور تمام مقصدوں میں سب سے اہم مقصد محبّتِ اللہ جلّ وعلیٰ ہے۔ محبّت کے اسلوب کے اسبابۂ موجبات طرح طرح کے ہوتے ہیں۔ ایک عقلمند آدمی یہ سوچتا ہے کہ جب ہر شئے فنا ہونے والی ہے تو عمر کو کس کام میں صرف کرنا چاہیئے۔ سب سے بہتر اور عمدہ شئے عبادت الٰہی ہے مگر اسے بھی فنا ہے۔ آج ایک آدمی نماز پڑھتا ہے بہترین طریقہ پر، تمام شرائط پورے پورے ادا کر کے پڑھتا ہے۔ کل قیامت کے روز اسے اس نیکی کا پھل ملے گا لیکن نماز کہاں ہو گی؟ صرف ورطۂ خیال میں، جنت انعام واکرام کی جگہ ہے۔ مشقت وتکلیف کی جگہ نہیں۔ وہاں یہ ریاضتیں کہاں اور اگر کوئی پڑھے گا تو جہاں اور بہت سی لذیذ مرغوب اشیائے وہاں ہوں گی لذت لینے کیلئے وہاں اب یہ شئے بھی ہوگی یعنی ملذات میں اس کا بھی شمار ہو گا مگر نماز نہ ہو گی۔ جب اس کا یہ حال ہو گا تو اس

جہاں کی اور اشیاء یعنی مال وجاہ و قوت و عیش سے تمتع کا کیا ذکر۔ لیکن محبّتِ اللہ سبحانہ و تعالےٰ کو دوام ہے وہ رہے گی وہ ازلی و ابدی ہے۔ جب محبوب خود ازلی و ابدی ہے تو اس کی دوستی بھی ایسی ہوئی۔ پس جس کو قلبِ سلیم عطا ہوا ہے وہ سب کو پس پشت ڈال کر صرف محبّتِ الٰہی کی طرف رُخ کرتا ہے۔ حکیم سنائی فرماتے ہیں کہ حکمت و ہمت کا یہی تقاضا ہے کہ سوائے اللہ جلّ شانہٗ کے اور کسی کی طلب میں عمرِ عزیز صرف نہ کی جائے۔ ہاں ایسا ہی ہے مگر میری بھی بات سن لو طالب جس میں محبّت کا مادہ بھر دیا گیا ہے اور عاشق جو سوز و گداز عشق میں مبتلا ہے وہ دوسری ہی شئے ہے۔ وہ اس سب کے پرے ہے۔ اس کا باطن اس ذات قدسی و سبوحی کی طلب میں منہمک ہے جو تمام وجودات کے پرے اور جملہ نسبت و اضافات کے ورے ہے۔ ناصحِ مشفق یہ نصیحت فرماتے ہیں کہ اے حیض والی کے بچے، کہاں مٹی کا ڈھیر اور کہاں سب کا پالن ہار، کہاں میلا کیچڑ اور کہاں تمام جہانوں کا پروردگار اور اس کی باتیں۔ تیری ہستی ہی کیا ہے، اپنی جگہ پر قائم رہ اور خطِ بندگی کو درست کر اور امیدوار رہ کہ کل تجھے بھی نجات مل جائے گی اور جنت میں رہنے کو جگہ ملے گی یہ غریب بھی سوچتا ہے کہ ہاں یہ لوگ نصیحت تو ٹھیک کر رہے ہیں، محبّت میں یک گونہ جنسیت چاہیئے۔ مجھ میں اور اس میں کیا نسبت۔ اس خبط سے دل کو باز رکھ اور بس نماز، روزہ و تلاوت وغیرہ میں مشغول رہ۔ یہ سب سچ ہے۔ لیکن دل کی حالت اور ہی نظر آتی ہے، وہ اپنی جگہ گرفتار ہے اور نہ چھوٹتا ہے اور نہ چھوٹنا چاہتا ہے ؎

دل راز عشق چند ملامت کنم کہ ہیچ　　　ایں بت پرستِ کہنہ مسلماں نمی شود

محمد حسینی اپنے دل میں کہتا ہے، کیا خوب، یہ گرفتارِ بلا تو میں ہی ہوں ؎

محمد راز حالِ او چہ پرسی　　　گرفتارم گرفتارم گرفتار

ایک بھنور میں پڑا ہوا ہوں، نہ کوئی شئے ہے جسے ہاتھ سے پکڑوں اور نہ اتنی سکت ہے،

کہ کہیں بھاگ جاؤں۔ بس ایک شیخ کا دامن ہے جو ہاتھ میں ہے، اس وقت تک یہی حال ہے، قد دوہرا ہو گیا ہے مگر دل ویسا ہی والہ شیفتہ ہے ؎

ندانم برچہ گردد آخر ایں کار مرا دل والہ و معشوقہ خود کام

پس اے برادر میری بات مانو کہ محبت الٰہی سبھی کچھ ہے اور پوری پوری محبت اسی وقت ہوتی ہے جب کہ پہلے معرفت حاصل ہو چکی ہو۔ جو کچھ تیرے پاس ہے کچھ نہ رہے گا۔ اگر کچھ عقل ہے تو عمر ضائع مت کر۔ کچھ وقت یادِ الٰہی اور خدا کے کام میں بھی صرف کر۔ زن و فرزند اور مال و اسباب اور عیش و روزگار کی فکر کب تک۔ ایک شخص ایک حسین و جمیل عورت کی طرف گھور رہا تھا۔ عورت نے بیزار ہو کر پوچھا میرے پیچھے کیوں پڑ گیا ہے اور کیوں گھور رہا ہے اس نے کہا میں تیرا عاشق ہوں۔ عورت نے کہا دیکھو یہ پیچھے میری بہن ہے جو مجھ سے بہتر ہے۔ اس نے پیچھے منہ کر کے دیکھا۔ عورت نے سر پر ایک ڈھول رسید کیا اور جھڑکی دی کہ اے مردک دعوئ عشق کرتا ہے اور پھر یہ گمان کرتا ہے کہ مجھ سے بھی کوئی خوب تر ہے۔ ذرا سوچو تو سہی کہ جس روز تمہیں قبر میں لٹائیں گے اس وقت سوائے اس ذاتِ واحد کے جو احد و صمد و وتر و فرض ہے اور بھی کوئی تمہارے ساتھ ہوگا؟ کوئی نہیں۔ پس اے جوانمرد کچھ اس ذات کے ساتھ بھی مشغول رہ جس کے سوا اور کوئی شئے تیرے ساتھ نہ ہو گی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اُن آخری الفاظ کو یاد کر کہ الرفیق الاعلیٰ۔ اگر تجھ سے یہ نہیں ہو سکتا تو خیر کم سے کم جادۂ شریعت پر قائم رہ۔ زمانہ اخیر ہے۔ اولیاء اللہ گم ہو گئے ہیں اور طالبانِ حق بہت کم ہیں۔ تمام گناہوں سے توبہ کر و اُس پر قائم رہو، ظاہری عبادت پر قائم رہنا ہی توبہ پر قائم رہنا ہے۔ والسلام

فائدہ ۱۹

معرفت و محبّتِ خدائے عزّوجلّ اور دُنیا کی قدر[1]

اس عالم کو عالم مجاز کہتے ہیں اور مجاز کی دو صورتیں ہیں، ایک یہ کہ یہ عالم محلِ جوازِ حقیقت ہے۔ عالمِ حقیقت سے ایک علاقہ خاص رکھتا ہے اور اسی کے بموجب اس کا وجود بھی ہے۔ مشہور ہے کہ المجاز قنطرۃ الحقیقۃ یعنی یہ عالم مجاز عالمِ حقیقت تک پہنچنے کا ایک پُل ہے۔ اسی پل پر سے گذر کر وہاں پہنچتے ہیں پھر اس عالم میں لذّتیں ہیں جمال ہے اور کمال کی صورت ہے۔ آدمی ان رکاوٹوں سے نہ رُکے اور ان کی طرف سے بے پروا ہو کر چلا جائے تو امکان ہے کہ عالمِ حقیقت سے کچھ اسے مل جائے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ مجاز بمعنی رہ گذر کے ہے۔ اس عالم میں جو آتا ہے وہ گویا رہ گذر میں آتا ہے، ایک چلتا ہوا راستہ ہے پس جو کوئی اس میں قیام کرنے کی نیّت رکھے گا وہ بیوقوف اور دیوانہ ہو گا۔

آدمی کو چاہیئے کہ اپنے آپ کو اس عالم کے غم میں نہ گھلائے۔ یہ سراب سا ہے۔ سراب کو پانی سمجھنا نادانی نہیں تو اور کیا ہے لیکن بایں ہمہ بے ثباتی اس جہاں میں سب سے افضل شئے کہتے ہیں کہ عبادتِ الٰہی اور علم ہے علم کے مراتب اعلیٰ ہیں۔ علم میں بھی افتاؤ اجتہاد سب سے اعظم شئے ہے، مگر یہاں سے گذر جانے کے بعد نہ عبادت رہتی ہے اور نہ علم۔ صرف اس کا اثر اور ثواب رہ جاتا ہے جس کے بدلے جنّت ملتی ہے، پس

---

[1] ماخوذ از مکتوب نمبر (۳۳) خواجہ بندہ نواز گیسودراز رضی اللہ تعالیٰ بجانب بعضے مریدان و معتقدان ۱۲

یہ افضل شئے بھی فانی اور زائل شدنی ہوئی - اس شئے کے بعد تعبد کا مرتبہ ہے، اس میں صلوٰۃ یعنی نماز سب سے بہتر ہے - اگر کوئی پوری پوری شرائط سے اسے ادا کرے تو خدائے عزّوجلّ اس کے اخلاص کے بموجب قبول فرماتا اور ثواب عطا فرماتا ہے - حور و قصور، جنّت کا ملنا اور دوزخ سے نجات اس کا ثمرہ ہے - لیکن مرنے کے بعد پھر نماز نماز نہیں رہتی اس لئے کہ دوسرا عالم جس میں بندہ منتقل ہوتا ہے انعام واکرام کی جگہ ہے نہ کہ مشقت و تکلیف کی - پس جب یہ چیزیں سب کی سب سایہ کی طرح زائل ہو جانے والی ہیں تو پھر کس چیز کی طرف متوجّہ ہونا چاہیئے - ایسی جسے ثبات و قیام نصیب ہو - ایسی جو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے، جب تک تم اس عالم میں رہو تمہارے ساتھ اس عالم میں رہے اور جب تم اس عالم سے جاؤ تو بھی وہ ساتھ ہی ساتھ وہاں رہے - جب تک قبر میں رہو وہ بھی تمہارے ساتھ قبر میں رہے اور جب قیامت میں اٹھو تو وہ بھی تمہارے ساتھ اٹھے - یہ چیز بس معرفت و محبّتِ خدائے جلّ وعلیٰ ہے - محمد حسینی کا کہنا مانو اور ان دو چیزوں کے واسطے ہر دوسری چیز سے دست بردار ہو جاؤ - انھیں نہ زوال ہے نہ فنا - اگر ان دونوں میں سے کچھ بھی تمہیں یہاں مل گیا تو بس تم اللہ کے ساتھ رہ کر غنی اور تمام ماسوا سے مستغنی ہو گئے - جتنے نبی اور ولی یہاں سے گئے سب اس لحاظ سے پشیمان گئے ہیں کہ افسوس ہم نے اس دنیا کی قدر نہ جانی - ذات پاک و خرقۂ شیخ کی قسم اس جہاں میں ایسی نقد نعمت ہے کہ اگر محرموں کو حقیقتِ حال معلوم ہو جائے تو اپنے جگر خون کر دیں اور اپنے آپ کو خائب و خاسر جانیں - حمیّت و ہمّت تو یہ کہتی ہے کہ میں پردہ اٹھا دوں اور حقیقت کھول کر رکھ دوں لیکن واسطۂ تقدیر الٰہی بیچ میں آجاتا ہے اور ارشاد ہوتا ہے کہ نصیحت کرو خیر خواہی کرو - علم سکھاؤ اس سے زیادہ اور کچھ نہیں جو کوئی اس راہ میں آئے گا اور تمام شروط کے ساتھ طلب و سلوک میں قدم اٹھائے گا اس کے لئے اس کی حیثیت کے مطابق ہم

ان پردوں کو اٹھاتے جائیں گے ورنہ ہماری مہر لگی ہوئی ہے اسے کوئی توڑ نہیں سکتا۔ ختم اللہ علی قلوبھم اس کے دو معنی ہیں۔ ایک تو یہ کہ کافروں کے دلوں پر جو غیرِ خدا کو عبادت میں شریک کرتے ہیں، مہر لگا دی گئی ہے چنانچہ وہ اسی حال پر مرتے ہیں۔ دوم یہ ہے کہ بعض مومنوں پر مہر لگا دی گئی ہے کہ وہ اس اعتقاد پر جم گئے ہیں کہ اس جہاں میں الٰہیات سے ہمیں کچھ نصیب نہیں ہو سکتا۔ اسی عقیدہ پر رہتے ہیں اور اسی پر لوگوں کو بلاتے ہیں اور اسے للہ فی اللہ تصور کرتے ہیں۔ ان علمائے ظاہر و خود بین فقیہوں پر افسوس ہے۔

اے دوستو اے عزیزو۔ خدائے عزّوجلّ کے کرم سے تمہارے پاس سب چیزیں ہیں۔ ہاتھ پاؤں، زن و فرزند سب ہی کچھ ہیں۔ تم کہتے ہو کہ سب کچھ تو ہے ایک شئے نہ ہو نہ سہی۔ خدا کے لئے ذرا استاد ابوالقاسم قشیری رحمۃ اللہ علیہ کی یہ بات سنو وہ کہتے ہیں کہ جب آیت فمن شرح اللہ صدرہ للاسلام فھو علی نور من ربہ فویل للقاسیۃ قلوبھم من ذکر اللہ ۔ (کیا وہ شخص جس کا سینہ خدا نے اسلام کے لئے کھول دیا ہے اور وہ اپنے پروردگار کی بھیجی ہوئی روشنی پر چلتا ہے اس کے برابر ہو سکتا ہے جو کفر کی تاریکیوں میں پڑا ہے۔ افسوس ہے ان لوگوں پر جن کے دل یادِ خدا سے غافل ہو کر سخت ہو گئے ہیں) نازل ہوئی تو صحابہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس شرح صدر کے معنی پوچھے جس کا قرآن میں یوں ذکر فرمایا گیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ وہ ایک نور ہے جو بندۂ مومن کے قلب میں ڈال دیا جاتا ہے۔ صحابہؓ نے پوچھا یا رسول اللہ اس نور کی علامات کیا ہیں آپؐ نے ارشاد فرمایا التجافی عن دار الغرور والانابۃ الی دار الخلود والاستعداد للموت قبل نزولہ یعنی اس دھوکہ کے گھر سے اعراض کرنا اور اس میں دل نہ لگانا اور ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے گھر کی طرف رجوع کرنا اور موت آنے کے پہلے اس کے لئے تیاری کر لینا۔ اس قدر

لکھ کر استاد ابوالقاسم رحمۃ اللہ علیہ توضیح فرماتے ہیں کہ وہ نور جو بارگاہِ حق سبحانہ تعالیٰ سے آتا ہے وہ نور لوائح ہے جو علم کے تاروں سے چاندنی چھٹکاتا ہے پھر نور طوالع ہے جو اسرار کے فہم میں آنے کے بعد دلکو منور کرتا ہے اور ادراک و فہم کے ساتھ پرتو افگن ہوتا ہے۔ اس کے بعد نور لوامع ہے جو ایقان کی زیادتی سے پیدا ہوتا ہے۔ پھر نور مکاشفہ ہے جو تجلی صفات سے ظاہر ہوتا ہے۔ اس کے بعد نور مشاہدہ ہے جو ظہور ذات کے ساتھ روشنی ڈالتا ہے۔ پس اے مردِ نادان تو کیوں غافل سو رہا ہے۔ راستہ بھٹک کر اُس پر خوش ہوتا ہے اور سمجھتا ہے کہ میں برسرِ راہ ہوں۔ استغفر اللہ اگر یہ نعمت نصیب ہو جائے تو زہے قسمت بڑی نعمت ملی ورنہ اِس کام میں اگر سر بھی جاتا رہے تو کچھ پروا نہیں۔ اس کام کے پیچھے لگے رہو۔ ہر شخص کا ایک مقصد و مطلب ہوتا ہے پس اگر تمہارا مطلب و مقصد خدائے عزّوجلّ ہے تو زہے کار۔ ایسے طالب کے لئے جو عقل رکھتا ہے بس اس قدر کافی ہے۔ والسلام۔

فائدہ [۲۰][1]

ترکِ ہوائے نفس کے بیان میں

کوئی شخص اس وقت تک خدائے عزوجل کا راستہ طے نہیں کر سکا ہے جب تک کہ اپنی ہستی و خواہشات میں گرفتار رہا ہے۔ جب ان سے نجات حاصل کی تب وصالِ محبوب کی راہ ملی ہے جو شخص اس مقصد سے کسی ایک کام میں مستغرق رہا وہی ایک اعتبار سے اپنی خواہشاتِ ہستی سے چند قدم پیچھے ہٹا ہے اور اس راہ میں چند قدم آگے بڑھا ہے، مگر ایک شخص ہے کہ اکثر اوقات بہترین احوال میں صرف کرتا ہے۔ اس کے حق میں اصطلاح صوفیہ کے بموجب ہوائے ہستی سے باہر آنا اس وقت تک نہ کہا جائے گا جب تک کہ وہمی نہیں بلکہ حقیقی طور پر اس گرفتاری سے باہر نہ نکل آئے اور یہ بات اس وقت تک نہیں آسکتی جب تک کہ اس نے کسی رہبر کی پیروی نہ کی ہو اور اس کے حکم پر نہ چلا ہو۔ میرے خواجہ[ع] رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ و السلام کا ارشاد ہے کہ جو شخص دو بار پیدا نہیں ہوا وہ ہرگز آسمانوں اور زمینوں کے ملکوت میں باریاب نہیں ہو سکتا۔ یہ دو ولادتیں درحقیقت یہ ہیں۔ ایک طبعی۔ دوسری حقیقی۔ طبعی وہ ہے جو انسان کی عادت جاریہ ہے اور

---

[1] ماخوذ از مکتوب (۳۳) خواجہ بندہ نواز گیسودراز رضی اللہ تعالےٰ بجانب بعض مریدان چندیری و کالپی۔

[ع] حضرت خواجہ نصیرالدین محمود دہلی رحمۃ اللہ علیہ۔

حقیقی وہ ہے جس کو اس طرح سمجھو یعنی انسان بوجہ اس کے کہ وہ بھی ایک حیوان ہے اور حیوانیت کے جذبات مثلاً غضب وغصہ و شہوات نفسانی وغیرہ وغیرہ جو جانوروں کے صفات ہیں اس میں بھی پیدا کئے گئے ہیں اس کے لئے ان کو روکنا، حدِ اعتدال میں رکھنا اور نفس کے لئے انھیں ترکِ مطلق کر کے خدا کے لئے حسب ضرورت کام میں لانا ان صفات حیوانی سے باہر آنا ہے۔ یہی ولادتِ حقیقی ہے۔ جب یہ ولادت نصیب ہوتی ہے۔ تب خدائے جلّ وعلیٰ کا وہ لطف جو اخص خواص کے ساتھ مخصوص ہے اس پر بھی ظاہر ہوتا ہے۔

تمہیں جو حسن عطا کیا گیا ہے اس میں ایک حسنِ صورت ہے اور ایک حسنِ معنی۔ حسن صورت کو تم جانتے ہی ہو مگر حسنِ معنی اس وقت تک جلوہ گر نہیں ہوتا جب تک کہ تم میں حسنِ صورت سے قطع نظر ملکوتی صفات بھی نہ ہوں جتنی حیوانی صفتیں ہیں وہ سب زائل ہو گئی ہوں اور ملکوتی صفات باقی رہ گئی ہوں۔ جب تک چھلکا دور نہیں کیا جاتا مغز نہیں ہاتھ آتا۔ صفاتِ حیوانی پوست کے مانند ہیں اور صفات ملکوتی مغز کے مانند اس لئے حیوانیت کو دور کرنے کی ضرورت پڑتی ہے۔

ہر چیز کے خلاصہ کو ملکوت کہتے ہیں کہ ملکوت کل شی باطنہ یعنی ہر شئے کا باطن اس کا ملکوت کہلاتا ہے۔ ولادت معنوی سے اسے ملکوت کی راہ ملتی ہے یعنی جب تک کہ آدمی خسیس اور رذیل خواہشات کو ترک کر کے صفات حسنہ نہیں پیدا کرتا آسمانوں اور زمینوں کے خلاصہ تک جو ان کا باطن اور سر ہے رسائی نہیں ہوتی حدیث شریف میں ہے کہ لولا الشیاطین یحومون حول قلب بنی آدم لینظروا الی ملکوت السموت یعنی اگر شیاطین انسان کے قلب میں خطرات اور رکیک ارادے نہ ڈالتے رہتے تو وہ آسمانوں کے خلاصہ اور باطن کو دیکھ سکتا۔ خطرات دہوا جس نفسانی خواہشات اور حیوانی آرزوؤں سے پیدا ہوتے ہیں۔ اگر

آدمی ان خواہشات اور آرزوؤں کے پیچھے نہ پڑے تو شیطان و نفس کی پیروی سے نجات حاصل کر سکتا ہے اور اُسے آسمانوں کا باطن نظر آسکتا ہے اور اپنی حقیقت سے آگاہ ہو سکتا ہے یا ایہا الذین آمنوا علیکم انفسکم (یعنی اے ایمان والو اپنے نفس سے آگاہ و خبردار رہو) کے یہی معنی ہیں۔ بہر حال نہ تم سے باہر کوئی کام ہے اور نہ تمہارے سوا کوئی دوسرا یار ہے۔ تم اپنے آپ کو کسب کرو۔ اور ہر شئے کو اپنے ہی ساتھ اور اپنے ہی اندر تلاش کرو۔ شرط طلب تمہیں اوپر بتادی گئی ہے یعنی ہوائے نفسانی سے نجات حاصل کرنا اور مرادات نفسانی کو ترک کرنا۔ جب تک کہ یہ شرط جو مطلوب ہے پوری نہ ہوگی مقصد حاصل نہیں ہو سکتا۔ حیوانوں اور انسانوں میں یہی فرق ہے۔ انسان میں خدادانی۔ خداشناسی۔ خداپرستی اور خدابینی ہونی چاہیئے ورنہ وہ دو پاؤں کا ایک جانور کہا جائے گا۔ انسان کو احسن تقویم سے نسبت اس لئے دی گئی ہے کہ اسے عبادت و معرفت خاص حاصل ہوئی ہے۔ اس میں کوئی اس کا شریک نہیں۔

اب تم بتاؤ کہ کس کام میں عمر بسر کر رہے ہو، چاہو تو خوار جیو، مردار مرو اور شرمسار رہو۔ آخر اپنے آپ کو کیوں نقصان میں رکھتے ہو۔ اچھا پانی چھوڑ کر گدلا پانی پی رہے ہو۔ قبول و وجدان کے بعد اب محرومی اور خسران میں پڑ گئے ہو ع۔ تاممکن چنیں دولت تو از بیدولتی غافل
اس قدر عمر بیکار گزر گئی۔ نفس کی خدمت جو کرتے رہے اس سے کیا نقد نصیب ہوا۔ آج سب کچھ تمہارے لئے ممکن اور قریب الوصول ہے کل یہ بات نہ ہوگی۔ جبقدر ہو سکے تمہیں خدائے عزوجل کے ساتھ مشغول رہنا چاہیئے مگر تم ہو کہ اس نعمت سے محرومی پر قانع ہو۔ کیا اچھا ہو کہ ایک رذیل و شنیع چیز کو چھوڑ کر لطیف و شریف چیز اختیار کر لو۔ اس تجارت میں بس نفع ہی نفع ہے۔

فائدہ [۲۱]

سلوک و توجہ پیر و تخلیہ و تجلیہ کے بیان میں

سلوک کی بنیاد تخلیہ و تجلیہ پر ہے۔ تخلیہ سے مراد ہے اللہ جل شانہ کے سوا اور سب طرف سے دل کو ہٹا لینا اور تجلیہ سے مراد ہے نفس کا تزکیہ اور جلا۔ توجہ تام کے ساتھ اللہ جل شانہ کی طرف متوجہ ہونے اور نفس کو طرح طرح کی عبادتوں میں مشغول رکھنے سے جلائے باطن حاصل ہوتی ہے جس نے یہ دو نعمتیں پالیں اسے دونوں جہاں کی نعمتیں مل گیں۔

خدائے عزوجل تک جو لوگ پہنچے ہیں وہ ہوائے نفس کے خلاف عمل کرنے، اللہ کی یاد میں راتوں کو جاگنے، دن میں روزے رکھنے اور کھانے پینے میں کمی کرنے اور دوام متوجہ رہنے سے اس مرتبہ پر پہنچے ہیں۔ اس نعمت کے حصول کے لئے پیر کی توجہ کی ضرورت ہے۔ ہم سے جو پیر نے فرمایا ہم اس پر چلے اور ان کی اقتدا کی برکت سے فضل الٰہی ہمارے شامل حال ہوا اور تمام مرادیں مل گیئں۔ یہ ایک کلیہ ہے جو میں کہہ رہا ہوں جزئیات کو اسی پر تطبیق دے لو۔ جہاں ہوائے نفس ہوا سے ترک کر دو جہاں کوئی آرزو[ع] ہوا سے نظر سے دور کر دو۔ دیکھو تو پھر کیا کیا نعمتیں نصیب

---

[۱] ماخوذ از مکتوبات (۴۴-۳۵-۶۲) خواجہ بندہ نواز گیسودراز رضی اللہ تعالےٰ بجانب بعض مریدان گجرات ملک قطب الدین وغیرہ۔

[ع] آرزو سے مراد ہیں شیخ چلی کی سی تمنائیں جن کی بناء وہی خواہشات پر ہو اور ہوا و ہوس انکی بنیاد ہو ۱۲۔

ہوتی ہیں۔

تخلیہ میں جہاں اعراض عما سوی اللہ شرط ہے اس سے مراد ہے تمام مال و منال جاہ و جلال عزّو کمال، فقر و وقار، ہوا و زوال، افتقار و غنا وغیرہ اس میں سب آگیا وہ ایک کلیہ ہے اس کی تفصیل ہر شخص خود سمجھ لیا کرتا ہے اسی طرح تخلیہ بھی ایک کُلّی کلہ ہے جس میں تہذیب اخلاق، اعتدال غضب و غصّہ شہوت و اکل و شرب سب آگیا۔ غصّہ اگر آئے تو دینی امر میں جیسے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی لڑائی میں شان ہوتی تھی۔ اعتدالِ شہوت سے اگر یہ نیت ہو کہ نکاح سے دفع تعلق و تشویش کیا جائے یا ولدِ صالح کی توقع کی جائے تو اس کا رُخ بھی بدل جاتا ہے اور برائی سے نیکی کی طرف آجاتا ہے۔ کھانے پینے میں اعتدال کے معنی یہ ہیں کہ صرف اس قدر کھائے جو جسم کو قائم رکھے اور صحت و تندرستی کے لئے ضروری ہو اور قلب میں اضطراب نہ پیدا ہو۔ سونے میں اعتدال کے معنی یہ ہیں کہ تمام رات میں ایک رُبع سوئے۔ ایک رُبع نماز و تلاوت و اوراد کے لئے رکھے۔ باقی حصّہ ذکر و مراقبہ میں گذارے۔ اعتدال اس حد تک رکھے جس قدر کہ اس کی ہمّت و طاقت ہو اعتدالِ حرص سے مراد ہے صرف اس قدر رعایت کرنا کہ طاعت و عبادت سے جی نہ گھبرا جائے۔ خاموش رہنا اور زیادہ باتیں نہ کرنا بہتر ہے۔ اپنے اس حال کو دوسروں سے کہتا نہ پھرے۔ کلام اتنا کرے جس قدر کہ ضرورتِ بشری کے لئے لازمی ہو۔ تلاوتِ کلام مجید و اوراد و وظائف میں مشغول رہنے سے خود بخود گپ شپ میں کمی ہو جاتی ہے۔ للّٰہ فی اللہ نصیحت کرنے میں مضائقہ نہیں۔ اگر ان حکایتوں سے جو دل اپنے خیال میں رٹتا رہتا ہے، دل کو نشاط اور جولانی معلوم ہو تو تحقیق جانو کہ حق تمہارا یار ہے اور اس کے علم نفسی میں جس میں تحویل و تغیر نہیں تم سعید ہو اور اگر اہمال و سستی تضیع اوقات پر رضامندی و قناعت اور عبادتوں سے محرومی ہے تو بس سمجھو کہ نقصان و گمراہی و شقاوت ہے۔ خدائے عزّوجلّ اس سے پناہ

میں رکھے۔ بہرحال جس عبادت میں کہ دل کو متوجّہ اور خوش پاؤ اور دل میں گرہ نہ پڑے اسے کرتے رہو۔ پیر کی توجہ کے ساتھ، اوراد وظائف کی پابندی کے ساتھ رات دن آگے پیچھے یادِ حق میں لگے رہو اور بندگانِ الٰہی کے ساتھ لطف و مہربانی، ان کے ساتھ نیکی کرنا اور عام و خاص سب کے ساتھ احسان کرنا، چھوٹے بڑے عظیم و حقیر، بعید و قریب، غلام و کنیز، سب کی جفا سہنا اور بدلہ نہ لینا، ان کی ایذادہی پر صبر کرنا اصلی کام ہے

نصیحت ہمین است جانِ برادر   کہ اوقات ضائع مکن تا توانی

اے عزیز خواجہ ہو یا سلطان، گدا ہو یا بادشاہ، غلام ہو یا آقا، عالم ہو یا جاہل فقیہہ ہو یا صوفی۔ اگر یہ دو صفتیں یعنی تخلیہ و تجلیہ تم میں ہیں تو دونوں جہان کی نیک بختی تمہارے نصیب میں ہے۔ نفس کو منہیاتِ شرع سے پاک رکھنا اور دل کو یادِ حق تعالیٰ میں مشغول رکھنا یہی تزکیۂ نفس اور توجّہ تام ہے۔ یاد رکھو پیر کی یاد بھی ضروری ہے جو یادِ حق میں معین ہوتی ہے بلکہ بغیر یادِ پیر کے یادِ حق حاصل ہی نہیں ہوتی کیونکہ یادِ پیر ایک سیڑھی ہے جو مقصود یعنی یادِ حق تک پہنچاتی ہے۔ جس شخص میں ان دو صفتوں میں سے کوئی صفت نہیں اس کی کوئی قدر و قیمت نہیں۔

یہ پانچ سورتیں یاد کر لو یعنی سورۂ یٰسین، سورۂ نوح، سورۂ فتح سورۂ واقعہ اور سورۂ ملک، روزانہ پڑھ لیا کرو اور بستر خواب پر جانے کے قبل پانسو مرتبہ یہ درود شریف

اللّٰھم صل علی محمّد عبدك ورسولك ونبیك وحبیبك وعلی اٰلہ اور اسی قدر سورۂ اخلاص پڑھ لیا کرو۔ اس کے بعد پلنگ پر قدم رکھو۔ تجدیدِ بیعت جس طرح پر کہ بیان کیا گیا ہے کر لیا کرو اور اس کی بڑی قدر کرو اور ایک لمحہ کے لئے بھی یادِ پیر سے خالی نہ رہو اور تمام دینی اور دنیاوی امور میں پیر کی یاد مقدّم رکھو۔ یہی سب کچھ ہے، باقی سب بے کار ہے۔

یہ چند سطریں جو میں نے لکھی ہیں اچھی طرح پڑھو جو کوئی اپنی وسعت و ہمّت کے

مطابق ہمارے کہے پر عمل کرتا رہے گا وہ یقیناً محروم نہ رہے گا، خبردار نا امید مت ہونا اور یہ نہ سمجھنا کہ ہم سے یہ نہیں ہو سکتا، یہ بدگمانی اچھی نہیں۔ سوائے کفار کے اور کوئی رحمتِ الٰہی سے مایوس نہیں ہوتا۔ پیر کا دامن تھامو۔ ہر کام میں اسے پیشوا بناؤ، جو حکم دے اس پر عمل کرو جہاں لے جائے جاؤ۔ تھوڑی ہی مدت میں ملکوت، جبروت و لاہوت سب کے مالک ہو جاؤ گے۔ اگر فرض کرو کہ تم میں اس حد تک قابلیت نہیں ہے بارے فائدے سے خالی نہ رہو گے۔ اگر ہمارے کہنے پر عمل کرو گے تو کچھ کمی نہ ہو گی اور بالآخر مقصود تک پہنچ جاؤ گے، تم کیوں دُور دُور بھٹکتے پھرتے ہو اور اپنی مفروضہ محرومی پر راضی ہو گئے ہو۔

افسوس کہ ہاتھ میں جام ہے اور تو ہوشیار ہے، معشوقہ تیرے ساتھ ہے اور تو بھولا ہوا ہے۔ اے برادر اس راہ میں کوئی نقصان نہیں، جس نے اس میں زیان اٹھایا اس نے بھی تمام منافعوں پر صد ہزار شرف و بزرگی حاصل کی۔ اے نادان کیا تجھے اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ ہمنشینِ خلیل اللہ اور ہم کاسۂ کلیم اللہ اور ہم زانوے رُوح اللہ اور قدم بہ قدم حبیب اللہ ہو۔ اے عزیز خم جوش مار رہا ہے اور راستہ چلنے والوں کے لئے رہگذر پر سبیل لگا دی گئی ہے اور ساقیِ غیب ہاتھ میں قدح لے کر بلند آواز سے صدا دے رہا ہے کہ حی علی الروح والریحان حی علی الذوق والوجدان لوگو آؤ اور رحمت و رزق الٰہی اور ذوقِ الٰہی اور ذوق و وجدانِ لامتناہی کے پیالے پیو۔ مگر حیرت ہے کہ راہ چلنے والے اُدھر رُخ ہی نہیں کرتے اور اپنے حرمان پر قناعت کئے ہوئے ہیں۔

فائدہ ۲۲

صراطِ مستقیم پر چلنے اور فراغِ دل سے یادِ الٰہی کرنے کے بیان میں[1]

اے عزیز ایک شخص سرِ راہ کھڑا ہوا ہے تاکہ راستہ بتائے۔ ایک راستہ دائیں طرف جاتا ہے اور دوسرا بائیں طرف۔ لوگ ہیں کہ جوق در جوق بائیں طرف چلے جا رہے ہیں۔ یہ مرد فریاد کر رہا ہے۔ اے عقلمندو! جس راستہ پر تم جا رہے ہو یہ خراب و خطرناک ہے، جو اس طرف سے گیا ہے سلامتی کے ساتھ کبھی منزل پہ نہیں پہنچا اور درمیان ہی میں ہلاک ہو گیا اور خواری و زاری کے ساتھ جان دی ہے۔ یہ دوسرا راستہ جو دائیں طرف ہے امن و امان و راحت و فراغت کا راستہ ہے اس میں سلامتی اور نفع ہے۔ لیکن حیرت ہے کہ لوگ اس شخص کو سچّا تو سمجھتے ہیں اور اس پہ ایمان بھی رکھتے ہیں۔ مگر بایں ہمہ ٹھنڈی سانسیں بھر رہے ہیں اور اسی بائیں طرف والے راستہ پر جو خطرناک ہے چلے جا رہے ہیں، یہ بیچارہ راستہ بتلانے والا تنہا کھڑا سمجھا رہا ہے مگر کوئی اس کے کہنے پر عمل نہیں کرتا۔

اے میرے دوستو ذرا سوچو تو سہی کہ ان دونوں میں سے تم کس جماعت میں ہو۔ بائیں طرف جانے والے ایمان رکھتے ہیں۔ جزائے عمل کے قایل ہیں بعث و نشر پہ انہیں اقرار ہے لیکن پھر بھی ادھر جا رہے ہیں جہاں نشانۂ ملامت بنیں گے اور بعدِ مطلوب

---

[1] ماخوذ از مکتوبات نمبر (۳۶ - ۳۷ - ۳۸) خواجہ بندہ نواز گیسو دراز رضی اللہ تعالےٰ بجانب ملک داؤد خاں افغان۔ قطب خاں و جمال خاں۔

اور ذلت و خواری میں گرفتار ہوں گے۔ شاید یہ سب سوچ کر سیدھے راستہ پر آجائیں اور ہوا پرستی سے باز آکر بالآخر خدا پرستی اختیار کریں۔ وہ دن ضرور آنے والا ہے کہ اُس روز سب اپنے کئے پر پشیمان ہوں گے مگر اُس وقت اس سے کچھ حاصل نہ ہوگا۔

پانچ باتوں کو پانچ باتوں کے قبل غنیمت سمجھو[ع] - ان میں سے ایک فراغت بھی ہے جو آج نصیب ہے۔ کل ممکن ہے کہ نہ رہے۔ کوئی نبی و ولی نہیں ہے جو موت کے وقت پشیمان نہ رہا ہو کہ ہائے ہم نے اس زندگی کو غنیمت نہ سمجھا اور اس کی قدر نہ جانی۔

جس حال میں ہو رہو۔ جہاں ہو وہیں رہو مگر اک پاک نفس کے ساتھ یادِ خدائے عزّ و جلّ میں مشغول رہو، اگر تمہیں یہ بات نصیب ہو جائے تو سمجھ لو کہ تمام سعادت مندیاں اور نیک بختیاں تمہیں مل گئیں۔ حق سبحانہٗ تعالےٰ ایسی سعادت جس کا مبدأ وہی ہو اور منتہیٰ بھی وہی ہمیں تمہیں نصیب کرے۔ والسلام

ع یعنی جوانی[۱] کو بڑھاپے کے قبل۔ تندرستی[۲] کو بیماری کے قبل۔ تونگری[۳] کو محتاجی کے قبل فراغت[۴] کو مشغولی کے قبل اور زندگی[۵] کو موت کے قبل غنیمت جانو ۱۲۔

فائدہ ۲۳[1]

عمل کرنے اور مشغول رہنے کے بیان میں

تقدیر الٰہی کا قلم جاری ہے اور قضائے الٰہی کی زبان گویا ہے کہ سعید وہی ہے جو ماں کے پیٹ سے سعید پیدا ہوا اور شقی وہ ہے جو ماں کے پیٹ سے شقی پیدا ہوا یعنی بچہ ابھی شکم مادر ہی میں تھا کہ قضا و قدر نے لکھ دیا یہ شقی ہے اور یہ سعید السعید من سعد فی بطن امہ والشقی من شقی فی بطن امہ بطن امہ کے دو معنی لئے گئے ہیں ایک ماں کا پیٹ دوسرے ام الکتاب جس سے مراد ہے اللہ جل شانہ کا علم نفسی، اول الذکر معنی لئے جائیں تو یہ حدیث تائید کرتی ہے اکتب الاجل والرزق وانہ شقی وسعید یعنی فرشتہ کو یہ فرمان ہوا کہ بندہ کی عمر رزق نیک بختی اور بدبختی سب لکھ اور اگر ام الکتاب مراد ہے تو یہ آیت ہے یمحوا اللہ مایشاء ویثبت وعندہ ام الکتاب ام الکتاب سے یہاں مراد علم نفسی ہے جس میں کوئی تغیر و تبدل نہیں ہوتا اور اللہ جل شانہ جس شئے کو محو فرماتا یا قائم رکھتا ہے اسے علم نفسی کے موجب رکھتا ہے غرض کہ جب صحابہ کو یہ حال معلوم ہوا تو انہوں نے کہا یا رسول اللہ عمل کرنے سے اب کیا فائدہ ہمارا انجام تو لکھا ہی جاچکا ہے بس اسی پہ بھروسہ رکھیں آپ نے فرمایا نہیں عمل کرو کسی کو نہیں معلوم وہ شقی پیدا ہوا ہے یا سعید، صرف عمل ہی سے ایک اشارہ ملتا ہے۔ جس انجام پر بندہ پیدا کیا گیا ہے اسی کے مطابق اس سے

---

[1] ماخوذ از مکتوب نمبر (۴۰) خواجہ بندہ نواز گیسو دراز رضی اللہ تعالیٰ بجانب خواجہ محمد یوسف۔

عمل واقع ہوں گے یعنی اگر سعید پیدا ہوا ہے تو اسے اعمال سعادت کی توفیق ہوگی، پس عمل صالح ایک طور پر اس نتیجہ کے لئے ایک دلیل بن گیا کہ بندہ نیک بخت ہے اور اللہ جل شانہ کے علم نفسی میں اس کے لئے بڑا درجہ رکھا گیا ہے لہذا ہم سب کو عمل صالح کی پس کرنا چاہئے اور نفس کی ان تشویشات شیطانی میں نہ پڑنا چاہیئے کہ اگر خدا نیک عمل کی توفیق دیگا تو کریں گے ورنہ نہیں۔ یہ حق ہے کہ نیک کام توفیق الٰہی ہی سے ہوا کرتے ہیں، لیکن تحقیق یہ ہے کہ اگر تم اپنے دل میں ایک عزم مستقل اور مضبوط ارادہ پاؤ اور اس طرف اہتمام کے ساتھ قصد بھی ہو اور دل بھی راغب اور خوش ہو کہ اللہ جل شانہ کی عبادت اور اعمال حسنہ میں جس قدر ہو سکے کوشش کی جائے تو یہ حالت بتائے گی کہ تم کو توفیق نیک حاصل ہوئی اور تمہاری تقدیر کا لکھا کیا ہے، اگر اس تحقیق کا اعتبار نہ کروگے اور دل میں وہم اور شک لاؤگے تو کبھی حقیقت کا راستہ نہیں مل سکتا۔ اپنے وجود کو طوفان نوح میں مت غرق کرو۔ اگر ہو سکتا ہے تو ایک لمحہ بھی ضائع نہ کرو۔ کتنا افسوس ہوگا کہ اس جہاں سے تم چلے جاؤ اور تمہیں کوئی نقد نعمت نہ ملے یہ تو ایسا ہی ہے کہ سر میں تجارت کا سودا ہے اور سرمایہ گم ہو گیا ہے۔ سرمایہ کی فراہمی کے لئے تو کوشش نہیں کی جاتی اور تجارت نہ کر سکنے کا غم ہے، اے برادر غافل اور بے غم مت بیٹھو۔ آخر خدائے عزوجل کے ساتھ کچھ مشغول رہنے میں کوئی نقصان ہے، اگر اس سے نقصان ہو تو قیامت میں میرا دامن پکڑنا۔ آؤ، اب بھی آ جاؤ وقت باقی ہے۔ دروازہ کھلا ہوا ہے۔ دربان بیکار اور معزول ہے۔ کوئی روک ٹوک کرنے والا نہیں۔ رہ گذر کو عام بنا دیا گیا ہے۔ افسوس ہے کہ بس تو ہی محروم ہے۔ امید ہے کہ مسلمان اس موقعہ سے فائدہ اٹھائیں گے اور مقصد حاصل کرلیں گے۔

فائدہ ۲۴

مواہب الٰہی اور مشغولی اوقات کے بیان میں

یاد رکھو کہ مواہب و عطایا کسب اور کمائی کے نتیجے ہوتے ہیں اگرچہ کمائی بھی ایک قسم کا عطیہ اور وہبی شے ہے لیکن ظاہر صورت کو دیکھنا چاہئے وہ یہ ہے کہ کسب و عمل کرو اور جو کچھ حاصل ہو اُسے فضل اور نعمت الٰہی سمجھو جو خود در اصل ایک وہبی شئے ہے۔ صاف بات ہے کہ جو کوئی صابون استعمال کر کے کپڑے دھوئے گا اُسی کے کپڑے صاف ہوں گے۔ خدائے عزّ و جلّ نے باوجود اپنے ہاتھ میں ہر طرح کی قدرت رکھنے کے اس دنیا کو عالمِ اسباب بنایا ہے۔ عطا وہی کرتا ہے لیکن سبب کو ایک ذریعہ بنا دیا ہے کہ لوگ اسے اختیار کریں اور بیکار اور اپاہج نہ بن جائیں۔ طرح طرح کی نیکیاں کرنے اور عبادتِ الٰہی کی جو مختلف صورتیں ہیں انھیں اختیار کرنے سے تصفیۂ دل ہوتا ہے' اگر یہ نعمت نہیں حاصل ہو جائے اور جملہ افکار و تعلقات و انہماکِ قلبی سب اللہ جل شانہٗ ہی کی طرف ہو جائیں تو کیا کہنا۔ ایسے شخص کو گویا سب سعادتیں حاصل ہو گئیں۔

ہر ساعت کسی نہ کسی شئے کا پیش خیمہ ہوتی ہے کل یوم ھو فی شان۔ ہر شخص کی جد و جہد اس کے حال کے مطابق ہوتی ہے پس تمہاری آرزو اور تمنا تمہارے لئے

لے ماخوذ از مکتوبات نمبر (۴۱-۴۲-۴۳-۴۴-۴۴) خواجہ بندہ نواز گیسو دراز رضی اللہ تعالیٰ بجانب مولانا علاء الدین گوالیری ثم کالپوری روانہ فرمائے۔

باعث تضیع اوقات ہے۔ وقت ضائع مت کرو جس نے اپنا وقت کھویا اس نے اپنے آپ کو کھویا۔ تمہارے بال بچے اور آنے جانے والے دوست احباب راہ حق میں کسی طرح مزاحم نہ ہونے چاہئیں کہیں تم اللہ جل شانہ کی مشغولی چھوڑ کر ان کے ساتھ مشغول و منہمک نہ ہو جانا دن کا کام دن ہی میں کر لو۔ رات کا انتظار مت کرنا اور رات کا کام رات ہی میں کرو دن کا انتظار مت کرنا اور غیب سے جو ظہور میں آئے اس میں تشویش کو ہرگز راہ نہ دینا، مکرر یہ کہ اپنا وقت ضائع مت کرو۔ آنے جانے والوں، لانے لے جانے والوں کو خدا کے سپرد کر دو اور اپنا وقت برباد کرنے سے بچو ست

نصیحت ہمین است جان برادر که اوقات ضائع مکن تا توانی

جو کچھ اس عالم سے رونما ہو اسے پس پشت ڈال دو اور اپنے آپ کو ایک تنکے سے زیادہ ذرہ ذلت سمجھو اور خدا کے سامنے اپنے کو خوار و زار و گستہ و شکستہ تصور کرتے رہو۔

یاد رکھو کہ دل کو خلق اللہ سے پوری طرح ہٹا لینا اور رب البرایا سے دل لگانا تمام نعمتوں کا سرمایہ ہے اور اس کے فائدے بے اندازہ ہیں جب تک عمر وفا کرے اسی حال میں رہو اور آنکھ کے گوشہ سے بھی ماسوی اللہ کی طرف نظر نہ کرنا۔ من کان یرجو لقاء ربہ فلیعمل عملاً صالحاً ولا یشرك بعبادة ربہ احدا۔

فائدہ [۲۵][1]

محبت پیر اور عشق و محبت کے بیان میں

اس میں شک نہیں کہ حج بیت اللہ کرنے والوں کے لئے بڑا درجہ اور ثواب ہے مگر زانو پہ سر رکھ کر دل کو رب بیت کے سپرد کرنا ایک ایسے بڑے شرف و فضل کی چیز ہے کہ وہ مدارج اس کے سامنے کچھ نہیں۔ یہ دل بیت المعمور ہے۔ یہ دل ظلمت و نور کے خالق کا گھر ہے یہ دل ہر سرور کا سرور ہے۔ یہ دل اپنے سے مہجور اور ذات واحد سے متحد و محفوظ ہے۔ اے اللہ تو ہی اپنے بندوں کو اپنا راستہ دکھا اور معرفت ذات و صفات سے کچھ حصہ عطا فرما۔

مرید جس قدر پیر کے حضور میں رہے گا اسی قدر زیادہ اس پہ علوم الٰہی کا شوق و ولولہ پیدا ہوگا اور عشق الٰہی کا اثر مکشوف و روشن ہوگا۔ مجھ سے کوئی پوچھے کہ نیک بخت کون ہے تو میں کہوں گا وہ شخص جسے پیر جیسی نعمت نصیب ہوئی اور پیر کی محبت اس کے دل میں ڈالی گئی۔

اس طائفہ صوفیہ کے بعض مرید عشق کو ذات اور عاشق و معشوق کو اقتضائے ذات سمجھتے ہیں، ایسا کہ خواہ عشق چاہے یا نہ چاہے عاشق و معشوق دونوں اس سے دوچار رہتے

---

[1] ماخوذ از مکتوبات (۴۵-۴۹-۵۰) خواجہ بندہ نواز گیسو دراز رضی اللہ تعالیٰ بجانب مولانا ابوالفتح علائی کالپوری و قاضی سیف الدین و مولانا نظام الدین۔ مکتوبات (۴۶-۴۷-۴۸) کا مضمون دیگر مکتوبات میں آگیا ہے اس لئے انہیں ترک کردیا گیا ۱۲۔

ہیں اس لئے ان کے نزدیک عشق کو موجب بالذات کہتے ہیں۔ بہرحال عشق ایک ایسا بادشاہ ہے جس نے سوائے ایک شکستہ خانماں خراب دل کے اور کہیں رہنا پسند نہ کیا جہاں کوئی گرا پڑا، جلا بھنا، ٹوٹا پھوٹا اور سارا گھر لوٹا ملے گا وہیں اس سلطانِ عالم عجیب کا مسکن ملے گا۔ ان الملوك اذا دخلوا قرية افسدوها یعنے بادشاہ جب کسی قصبہ و قریہ میں داخل ہوتے ہیں تو اسے خراب و برباد کر دیتے ہیں یعنی جعلوا اعزۃ اھلھا اذلہ اس کے بڑے لوگوں کو گرا کر خوار و ذلیل کر دیتے ہیں چنانچہ نفس ذلیل جسے کوئی عزت نہ تھی اور خوار ترین خلیفہ ہے دیکھو کہ اسے کیا خلعت نصیب ہوتا ہے اور کس لباس سے آراستہ ہو کر ذلیل کے درجہ سے عروج کر کے وہ خلیل بنجاتا ہے اور اَنَا مَنْ اَھْوٰی وَمَنْ اَھْوٰی اَنَا کا نعرہ مارتا ہے اور انا الحق کہنے لگتا ہے اور اُدھر سے یہ حکم ہوتا ہے کہ عَلَیْکُمْ اَنْفُسَکُمْ یعنے تم پر اپنے نفس کا حق ہے یہ بھی عجیب بھید ہے۔

مگر یہ نعمت اس وقت تک نہیں ملتی جب تک کہ توجہ تام و تزکیۂ نفس کی دولت ہاتھ نہ آئے۔ توجہ تام یعنے دل سے تمام خطرات فنا ہو جائیں اور وجودِ ذات کے سامنے حضوری اور جو مطلوب و مقصود ہے اس کا شہود تصوّر میں ہو یا حقیقت میں متحقق ہو جائے۔ تزکیۂ نفس یعنے جہاں تک ہو سکے نفس کو نامرضیات سے پاک و صاف کرو۔ اسے جتنا زیادہ صاف کرو گے اتنا ہی زیادہ لطیف ہوتا جائے گا۔ اگر یہ دو نعمتیں تمہارے دامن سے باندھ دی گئیں تو سمجھ لو کہ تمہیں ہر قسم کی سعادت مل گئی اور عین حقیقت کا عکس دل پر جلوہ فرمانے لگا ؏ ترا ممکن چنیں دولت تو از بیدولتی غافل

عالمِ لاہوت کے عکس نے دل پر جو عالمِ ناسوت سے تعلق رکھتا ہے تجلّی فرمائی اور اس عکس کا عکس نفس پر پڑا۔ نفس شوخیاں کرنے لگا۔ اور جَعَلُوْا اَعِزَّۃَ اَھْلِھَا اَذِلَّۃً کا مصداق نظر آیا یعنی رُوح تمام عزت و جلالت اور مدح و ثنا کے باوجود جو اس کے حق میں ہے جب سلطان عشق کی زد میں آئی تو کس قدر ذلیل و خوار ہوگی ؎

تا ظن نہ بری کہ ہست ایں رشتہ دو تو   یکتو است ز اصل و فرع بنگر تو نکو

یہ گمان نہ کرنا کہ ایک ڈوری کے یہ دو دھاگے ہیں۔ نہیں بلکہ اگر خوب غور سے دیکھو گے تو اصل و فرع دونوں لحاظ سے سب تمہیں ایک ہی دھاگا نظر آئے گا۔ اے بھائیو سچ کہتا ہوں کہ ہر چند کہ اپنے آپ کو بھنور سے نکال کر دریا کے کنارے لا ڈالتا ہوں مگر دریا تلاطم میں ہے اس کی ہر موج جو آسمان سے ٹکر کھاتی ہے طمانچہ مار کر بھیر غرقاب میں ڈال دیتی ہے۔ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ ھَدَیْتَنَا وَھَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَۃً اِنَّکَ اَنْتَ الْوَھَّابُ۔ پروردگارا ہدایت دینے کے بعد اب ہمارے دلوں کو ڈانواں ڈول مت کر اور اپنے پاس سے ہم پر رحمت نازل فرما تو درحقیقت بڑی بخشش و عطا فرمانے والا ہے۔ مختصر یہ کہ جو کچھ میں نے کہا وہی اصل کار ہے جو کچھ تمہارے آگے آئے اس سے گذر جاؤ اور کوئی توجہ نہ کرو۔ مقصود اس کے بہت پرے ہے۔

فائدہ ۲۶[۱]

دربیانِ سلوک و خدمتِ سلطان و متعلقان

یہ وہ راہ ہے کہ جب تک رُوح اس قالب سے متعلق ہے ایک ماہ کیا ایک سال بلکہ ہزار سال میں بھی منزل پر نہیں پہنچ سکتے، اگر میں نے یا تم نے ضعف و سستی کے ساتھ تھوڑی دیر کچھ کام کر لیا تو اس سے کیا ہوتا ہے۔ اس راہ میں جانِ عزیز فدا کرنی چاہیئے۔ بہرحال جس کام میں ہو لگے رہو کوئی ہرج نہیں لیکن خدائے عزّوجلّ کے ساتھ ہر وقت مشغول اور اپنے مقصود کی دھن میں رہو ؎

مرادِ اہلِ طریقت لباس ظاہر نیست

کمر بخدمتِ سلطان بہ بندو صوفی باش

تمہیں بادشاہ کی نوکری، باپ کی خدمت اور متعلّقین کے حقوق ادا کرنے ہیں اگر تمہارا دل خدا اور پیر کی طرف متوجّہ رہے تو کوئی مضائقہ نہیں جو کچھ ہو کرو مگر ہاں خلافِ شرع مت کرنا۔ انشاء اللہ تعالیٰ وقتاً فوقتاً تمہاری ترقّی ہوتی رہے گی۔ البتہ جو کام میں نے کرنے کے لیئے کہا ہے اس میں فرق نہ آئے۔ ملک اور بادشاہ کی خدمت یا باپ اور متعلّقین کے حقوق کی رعایت، زن و فرزند کی خبر گیری، یہ سب کچھ سہی پھر بھی مقصود و مطلوب ضرور حاصل ہوگا۔ ہاں جلدی مت کرو۔ یہ راہ جلدی طے کرنے کی

---

[۱] ماخوذ از مکتوب (۵۱) خواجہ بندہ نواز گیسودراز رضی اللہ تعالیٰ بجانب ملک عزیز الدین و ملک شہاب الدین ساکنان گلبرگہ ۱۲۔

نہیں ہے۔ بتدریج آہستہ آہستہ قطع ہوا کرتی ہے ؎

اندک اندک علم گردد انگہی گویا شود

قطرہ قطرہ جمع گردد انگہی دریا شود

ابتدائے کار میں میں نے بھی اپنے شیخ قدس سرہ العزیز سے عرض کیا تھا کہ اگر فرمان ہو تو پڑھنا لکھنا سب چھوڑ دوں اور فرمانِ شیخ کی تعمیل میں پوری طرح لگ جاؤں فرمایا نہیں۔اس کی اجازت نہیں دی مگر ان کے حکم کی تعمیل کی برکت سے آخر کار وہی ہو کر رہا اور ہم اس راہ میں انجام کار غرق ہی ہو گئے۔ اس سنّت و سیرت کے سوا تمہارے لئے بھی اور کوئی راستہ نہیں۔

فائدہ ۲۷[1]

قضائے الٰہی و رضا بہ قضائے کے بیان میں

ایک حدیث قدسی ہے کہ ماترددت فی امر کترددی فی قبض روح عبدی المومن یکرہ موتہ وانا اکرہ مساویہ ولاکن جری التقدیر علی ذالک ولابد لہ۔ جتنا میں اپنے بندۂ مومن کی رُوح کے قبض ہونے میں متردّد رہا کسی میں نہ رہا وہ موت کو پسند نہیں کرتا ہے اور میں اس کی دشواری وناخوشی نہیں پسند کرتا۔ لیکن تقدیر یہی ہے اور اس کے سوائے کوئی چارہ نہیں۔ اس حدیث کو نقل کرنے سے مقصود یہ ہے کہ اللہ جلّ شانہٗ بھی اپنی حکمتِ بالغہ سے بعض ایسے کام کرتا ہے جنہیں پسند نہیں فرماتا۔ اہل حق کا مذہب یہ ہے کہ کفر و معصیت تخلّف واردات اسی قسم کی دیگر مکروہات وجود میں آتی ہیں اور یہ سب قضاء و قدرالٰہی سے۔ اس لئے کہ علم الٰہی میں یہ ہے کہ یہ سب ظہور میں آئیں لیکن باوجود ان کے خالق ہونے کے اللہ تعالیٰ انہیں پسند نہیں کرتا دُنیا میں کفر و معصیت زیادہ ہے اور اطاعت و ایمان کم۔ طاعت سے وہ خوش ہوتا ہے اور معصیّت سے ناخوش مگر پھر بھی انھیں خلق فرماتا ہے اس لئے کہ اس میں اس کی بڑی حکمت ہے، جب وہ ایسے امور بھی جو اسے ناپسند ہیں اور جن میں اس کی رضا نہیں اپنی حکمت کے تقاضے سے خلق

---

[1] ماخوذ از مکتوب نمبر (۵۲) خواجہ بندہ نواز گیسو دراز رضی اللہ تعالےٰ بجانب خانِ اعظم قدرخاں۔

فرماتا ہے تو پھر ہم اور تم کہاں رہے جو یہ خام طمع کریں کہ جو کچھ ہمارے نزدیک اچھا ہے وہی اللہ جلّ شانہٗ ہمیشہ کرتا رہے۔ جس میں ہماری رضا ہے وہی وجود میں آئے اور جس سے ہم کراہت کرتے اور ناپسند کرتے ہیں وہ ظہور میں نہ آئے۔ یہ ایک تمنّائے محال اور فاسد گمان ہے اپنی کھوٹی پونجی جب وہ خود نہیں پسند کرتا تو دوسرے کی رضاجوئی کیا کرے گا پس جو رضائے الٰہی ہو اس پر سر رکھ دینا چاہیئے۔ نفع ہو یا ضرر۔ خیر ہو یا شر۔ عقلمند آدمی ہوشیار اور صاحبِ فکر ہوتا ہے۔ اُسے نامرضیات کے ظہور میں آنے سے رنج والم کرنا نہ چاہیئے اور سوائے صبر وخاموشی اور رضا بہ قضائے اور کچھ دل میں لانا نہ چاہیئے۔

فائدہ[۲۸]

تحریص بر محبّتِ الٰہی و مشاغل مرداں و زناں

جاننا چاہیئے کہ سب سے زیادہ اہم مطلب اور سب سے بڑا مقصد محبتِ خداوند عزّ و جلّ ہے۔ عقلمند آدمی جس شئے میں قیام نہیں دیکھتا اور جس شئے میں طلوع و زوال ہے یعنی بقا نہیں اس پر کبھی نگاہ بھی نہیں ڈالتا۔ مجھے نہیں معلوم کہ میرے احباب کس کام میں لگے ہوئے اور کس فکر میں مبتلا ہیں۔ یاد رکھو کہ جس شئے میں ثبات نہیں اس سے دل کو اٹکانا مناسب نہیں۔ یہ دنیا ایک ایسی معشوقہ ہے جس میں کوئی مہر و وفا نہیں اور نخرے کرنے اور ٹھنکنے کے سوا اس کا کوئی اور کام نہیں۔ اس کا عاشق کبھی بامراد نہیں ہوتا۔

برگذر زیں سرائے غدّر فریب　　در شکن زیں رباط مردم خوار
کلبہ کاندر و نخواہی ماند　　سال عمرت چہ دہ چہ صد چہ ہزار

اے عزیز محبتِ الٰہی ایک گلزار ہے اگر ہو سکے تو اس میں سے کچھ پھول چن لو۔ ڈرتا ہوں کہ کہیں موت نہ آجائے اور اس گلزار کی خوشبو سے تمہارا دماغ خالی رہے۔ سو کیا رہے ہو اٹھو بیدار ہو کچھ کام کر لو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ میں بھی بیکار ہو جاؤں۔ جہاں تک ہو سکے اس جہانِ فانی سے کچھ حاصل کر لو جو عاقبت میں توشہ کا کام دے اور قیامت میں مراحم

لہ ماخوذ از مکتوب نمبر (۵۴) خواجہ بندہ نواز گیسو دراز رضی اللہ تعالےٰ بجانب قاضی علم الدین شیخزادہ اور دیگر یاران گجرات ۱۲-

ربانی کا باعث ہو۔

مردوں کو میری یہ نصیحت ہے کہ پانچ وقت جماعت سے نماز ادا کریں جمعہ کا غسل بلا عذر شرعی ناغہ نہ کریں اور مغرب کی نماز کے بعد تین سلام سے اوابین کی چھ رکعتیں پڑھ لیا کریں جن میں سے ہر ایک میں تین تین بار قل ہو اللہ پڑھیں پھر دو رکعت نفل حفظ ایمان کے لئے پڑھیں اس طرح کہ ہر رکعت میں سات بار سورۂ اخلاص اور ایک ایک بار معوذتین پڑھکر سلام پھیریں پھر سجدہ میں سر رکھ کر تین بار یہ دعا مانگیں یاحی یا قیوم ثبتنی علی الایمان۔ جب عشا کی نماز پڑھ چکیں تو دو رکعتیں اور پڑھیں۔ ہر رکعت میں بعد فاتحہ دس دس بار سورۂ اخلاص پڑھیں۔ جب سلام پھیریں تو ستر بار یَا وَهَّابُ (ھ پر زور دیکر پڑھیں) ہر ماہ میں ایام بیض کے روزے رکھا کریں' اگر کوئی اس قدر بھی نہ کر سکے تو پھر صوفیوں کے مسلک میں قدم ہی نہ رکھے عقلمند آدمی کا یار یا تو اس کی بغل میں ہوتا ہے یا دریار پر اس کا سر ہوتا ہے۔ اگر یہ نہیں ہے تو وہ بیگانہ ہے۔

عورتوں کو میری نصیحت یہ ہے کہ بلا عذر کے نماز ناغہ نہ کریں اور جو کچھ مردوں کو کرنے کے لئے کہا ہے یہ بھی کریں مگر ہزل و ہذیان کی کوئی بات زبان سے نہ نکلے اور یا تو یَا وَهَّابُ کا معمول رکھیں اور یا استغفر اللہ کا۔ جس کے شوہر ہو اسے شوہر کی رضامندی حاصل کرنا ضرور ہے' لونڈیوں' باندیوں کو کام خراب کرنے یا چوری وغیرہ کرنے پر کوئی رنج و ایذا نہ دی جائے۔ یاد رکھو کہ جو کوئی ہمارے کہنے پر عمل نہ کریگا وہ ہمارا نہیں۔

فائدہ ۲۹ [۱]

محبّتِ الٰہی و قدرِ وقت و اشتغال بہ اوراد کے بیان میں

عمر کی چند سانسیں جو باقی رہ گئی ہیں انھیں غنیمت سمجھو اور غیر حق سے جو آنی و فانی ہے دل کو ہٹا لو اور لوگوں سے ملنا جلنا کم کر دو ؎

دانی کہ یار چہ گفتہ است امروز   کہ ہر کہ جز یار رست از و دیدہ بدوز

لوگ سو رہے ہیں جب مریں گے تو بیدار ہوں گے۔ ہمیں تمہیں اللہ تعالیٰ اپنی حفاظت میں رکھے اور اس کی طرف سے منہ پھیرنے اور غیر متعلق چیزوں میں وقت ضائع کرنے سے بچائے۔

یہ تو بتاؤ کہ کبھی تم پر الٰہیت کی چوٹ بھی پڑی ہے۔ کبھی تمہارے دل پر آفتابِ احدیت کے جمال کا بھی سایہ پڑا ہے یا نہیں۔ اگر یہ دولت نصیب ہوئی ہے تو بڑی نیک بختی سمجھو اور ہمیں بھی اشارتاً کچھ لکھو تاکہ اس کی حقیقت معلوم ہو سکے اور اگر ایسا نہیں ہے تو بھی کوئی مضائقہ نہیں ایسا بھی ہوا کرتا ہے۔ آرام سے سوؤ، کھاؤ پیو اور بے غم رہو لیکن اگر تمہارے مطلوب میں شہود ہی داخل نہیں اور ہمتیں کوئی دردِ طلب بھی نہیں تو افسوس ہے اور اگر دردِ طلب ہے تو آہِ سحرگاہی کہاں گئی۔ ٹھنڈی سانسیں کہاں ہیں اور آنسو بھری آنکھ کہاں اور دل کی بیقراری کہاں ہے۔ دلبر سے یا تو وصل نصیب ہو جائے یا اس کے

---

[۱] ماخوذ از مکتوبات (۵۵-۵۶-۵۷-۵۸) خواجہ بندہ نواز گیسو دراز رضی اللہ تعالیٰ بجانب مولانا سید نصیر الدین و مولانا علم الدین و سید علاء الدین۔

دروازے پر سر دھرا رہے - لیکن اگر بندہ ہوائے نفس میں گرفتار ہے تو افسوس صد ہزار افسوس ہے

چہ بکوبیٔ می شوی مغرور ہردو عالم بدو مبادلہ کن

کیا سودا اچھا نہیں معلوم ہوتا - بارے اگر صاف پانی پینے کو نہیں ملتا تو تلچھٹ ہی لے کر پیاس بجھالو - بہرحال وقت کی بہت قدر کرو ہے

نصیحت ہمین است جانِ برادر کہ اوقات ضائع مکن تا توانی

جو کوئی صرف کھانے پینے اور سونے کا ہو رہا وہ مقصود سے محروم رہا - ایک آدمی کسی عورت پر عاشق تھا لیکن خلوت نصیب نہیں ہو رہی تھی - ایک مرتبہ اس عورت نے کہلا بھیجا کہ شب کے وقت فلاں روز تمہاری طرف سے گذروں گی راہ میں میرا انتظار کرنا غریب عاشق رات بھر نہ سویا لیکن کمبختی دیکھو ٹھیک جس وقت محبوبہ ادھر سے گذری اس جوان کو نیند آگئی - واویلا وا مصیبتاہ

دردا کہ آہ گرم ز بیماریم بسوخت تنہا نہ آہ گرم کہ دعہائے سردہم

اس شب کی صبح کو حضرت ابو سعید ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ وعظ فرما رہے تھے کسی نے پوچھا کہ حضور عشق و محبت کی علامت کیا ہے - فرمایا کہ جب دریائے محبت جوش میں آئے اس وقت پوچھنا - غرض کہ محبت کی گفتگو شروع ہوئی اور شیخ علیہ رحمۃ کو جوش آیا تو سائل نے سوال کیا آپ نے فرمایا کہ محبت کی علامت یہ ہے کہ عاشق کو معشوق کے بغیر خواب خور حرام ہو جائے جتنی مقدار خواب و خور میں گزارے گا اسی قدر محروم رہے گا - کل رات کا اس جوان کا واقعہ ہی دیکھو کہ اس نے تمام شب انتظار میں گذاری مگر جب محبوبہ کی سواری گذری تو اس وقت ذرا دیر کے لیئے آنکھ جھپک گئی اور معشوقہ نکل گئی - اس کی محرومی دیکھو - جوان نے جو یہ سنا تو بے قرار ہو کر اٹھا پھر گرا اور جان نکل گئی - تمہاری غفلت کی تو یہ حالت ہے اور اس پر بڑی امیدیں باندھتے ہو - پانی پر معما نویسی سے کہیں کام چلتا ہے اس راہ میں

تو جان دے دینا چاہیئے ؎

اندریں راہ اگرچہ آں نہ کنی　　دست دپاپئے بزن نہ یاں نکنی
بلکہ جاں جائے دہ زیاں نہ کنی

الغرض یہ دُنیا بے ثبات ہے اسے کوئی بقا نہیں۔ اگر ہو سکتا ہے تو کچھ نقد بنا کر گرہ میں باندھ لو تاکہ اس زادِ راہ کی مدد سے بارگاہِ معلیٰ تک پہنچ سکو۔

مختصر یہ کہ دونوں جہاں کی سعادت ان دو چیزوں میں ہے یہ نقد وقت ہیں انھیں حاصل کرو یعنی (۱) پاکیٔ نفس اور (۲) توجہ دل بحضرت حق جسے یہ نعمتیں نصیب ہوئیں اسے اس بارگاہ معلیٰ تک پہنچنے کے لئے زادِ راہ مل گیا۔ پس تمہیں لازم ہے کہ (الف) ایسے کام کرو جن سے اللہ اور رسولؐ خوش ہوں (ب) ہمیشہ بندگانِ خدا کے ساتھ نیک معاملہ رکھو اور نیکی کرتے رہو (ج) ان پر احسان و اکرام کرنا اپنا پیشہ بنا لو اور (د) جو وظائف و اوراد کہ ہم نے بتلائے ہیں انھیں کرتے رہو اور (ہ) خبردار بیماری ہو یا صحت، سفر ہو یا حضر اپنے کام میں کمی نہ کرنا۔ گو اس مکتوب میں مخاطب تم ہو مگر جو کوئی بھی مطالعہ کرے اور سمجھے ہمارا خطاب اسی سے ہے۔ والسلام۔

فائدہ ۳۰[1]

اتباعِ سنّتِ نبوی وپیروی پیر وطلبِ درد کے بیان میں

اگر انسان نے بشری خواہشات اور حظوظ سے تجاوز نہیں کیا اور حیوانی غذا کی حد سے باہر نہیں نکلا تو اس میں اور دوسرے حیوانوں میں کوئی فرق نہیں۔ صورت شکل کے امتیاز سے کوئی حقیقی نتیجہ نہیں نکلتا۔ جو حظوظ تمہارے لئے ہیں اور جو نفس امارہ حکم کر رہا ہے ان کے سامنے سرِ تسلیم خم نہ کرو ورنہ حال اور مآل دونوں میں محروم ہی محروم رہ ہوگے اور سوائے حسرت وافسوس کے اور کچھ ہاتھ نہ آئے گا۔ جب حال میں گدھے اور بیلوں کی خصلت سے تمہارا کام مطابق ہوا تو پھر مآل میں ایسے ہی انجام کے سوا اور کیا نصیب ہوگا لیکن اللہ جل شانہٗ کے فضل وعنایت سے اگر صفاتِ سبوحی وقدوسی کے جانب تم مائل ہوئے تو اُسی نوع کی صفائی اور نزاہت نصیب ہوگی۔

ہر شخص کو اپنے نفس سے محاسبہ کرتے رہنا چاہیئے۔ عتنا زیادہ کہ میں خود اپنے آپ کو جانتا ہوں دوسرا مجھے نہیں جان سکتا۔ ذرا ہم سوچیں تو سہی کہ ہمارے پاس کیا جمع پونجی ہے۔ سودائے خام کی کونسی دیگ ہم پکا رہے ہیں۔ کہیں ہم وہم وخیال سے تو عشق بازی نہیں کر رہے ہیں۔ بیت اللہ ہمارا مقررہ ماویٰ ہے لیکن کہیں ہم نے گھوڑے پر تو مسجد نہیں بنائی کہیں ہم نے کھاری زمین میں تو بیج نہیں ڈالے۔ یہ سب سوچنے اور نفس سے محاسبہ کرنے کی

---

[1] ماخوذ از مکتوبات نمبر (۵۹، ۶۰) خواجہ بندہ نواز گیسو دراز رضی اللہ تعالیٰ بجانب شیخ منور وشیخ سعدالدین بنیرگان حضرت فریدالدین گنجشکر ۱۲۔

باتیں ہیں۔ توقع ہے کہ نفس کو پاک تر اور دل کو جو متوجہ بخدا ہوا ہے اپنے آپ سے نزدیک تر رکھو گے۔ خدا کرے تمہیں وہ قربت نصیب ہو کہ فریاد انا من اھوی ومن اھوی انا (یعنے معشوق وعاشق دونوں بس ایک ہی ہیں) تمہاری زبان سے نکلنے لگے۔

مگر میں نہیں کہہ سکتا کہ تم کس خیال میں ہو اپنے متعلق کس گمان وخوش فہمی میں مبتلا ہو اور کس شے پر قرار ملا ہے تمہیں اس کی کوئی فکر ہی نہیں کہ کہیں یہ خوش فہمیاں مکر تو نہ ہوں۔

صاحب بصیرت، روشن دل اور دیدہ ور لوگ ہی جانتے ہیں کہ قل انما انا بشر مثلکم (میں بھی تمہاری طرح ایک بشر ہوں) میں کونسی حقیقت پنہاں ہے۔ امتیاز کی صورتیں اور ہوتی ہیں اور اشتراک کی کچھ اور۔ شیخ فریدالدین رحمتہ اللہ علیہ کچھ اور ہی تھے اور دوسرے صوفیہ کچھ اور۔ ایک صورت ہے کہ ظاہر میں نظر آتی ہے اور وہی باطن میں کچھ اور ہوتی ہے۔ تمام انسانی شکلیں ایک سی ہی دکھائی دیتی ہیں مگر آدمی آدمی ایک سا نہیں ہوتا۔ باطنی شکلیں بہت مختلف ہوتی ہیں۔ بہر حال یہ یاد رکھئے کہ پیر کا دل مرید کے دل کا آئینہ ہوتا ہے اور مرید کا دل پیر کے دل کا آئینہ۔ پیر اپنے دل میں مرید کو دیکھتا ہے۔ چنانچہ ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ (جن لوگوں نے تم سے بیعت کی انہوں نے اللہ تعالیٰ سے بیعت کی) بھی اسی بھید کا ایک شوشہ ہے۔

توجہ باطنی کے لئے اس ظاہری صورت کا سامنے موجود رہنا ضروری نہیں ہے۔ تم ہی دیکھو کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پردہ کئے ہوئے کتنی صدیاں گذر گئیں۔ یاں ہم کیا کیا کام ہوگئے۔ اور دیکھو کہ اس یار کو کس منزل تک پہنچا کر اتارا گیا۔ آستانہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سا آستانہ کم نیبوں کو نصیب ہوا ہوگا۔ یعنی آپؐ کے اتباع کے طفیل بشرف سے امت کو کہاں سے کہاں تک پہنچا دیا۔ پھر صحابہ کرام کی خاطر ان کے طفیلیوں کو بھی درجہ اختصاص بخشا گیا ہے طفیلی ایسے نہیں ہیں جو کھانے پینے میں نسبت اشتراک رکھتے ہیں بلکہ وہ جو اس کی بتائی ہوئی شرع

شریف کا اتباع کرتے اور جس مہمان کریم کے ساتھ ہیں اس کے قدم بقدم چلتے اور اس قدم مقدس کے اتباع سے اپنا نصیب حاصل کرتے اور حظ اٹھاتے ہیں۔ حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے ان پیروؤں کو بھی اسی طرح قیاس کرنا چاہیے اب خود تم محاسبہ کرو کہ گلستانِ فریدی سے تم نے کون سے پھل چنے ہیں اور اس بوستان سے کیا نعمت حاصل کی ہے۔ اہل چشت کے اس باغ سے جس کسی نے پھل کھائے اتباع کرنے ہی سے کھائے۔ ہم نے بس یہ اک گر بتا دیا لیکن نہیں جانتے کہ کون خوش نصیب اس سے فائدہ حاصل کرتا اور ان بزرگوں کی اقتدا سے پھل اور پھول چنتا ہے۔

اے برادر اس عمر کو عزیز سمجھو۔ خوار مت سمجھو اور جو کچھ کر سکتے ہو اس میں گذارو۔ جس نے اپنے آپ کو نہیں پہچانا اس نے خدا کو بھی نہیں پہچانا اور ہلاکت کے غار میں گرا۔ یہ معرفت کا گر ان بزرگوں سے سیکھو۔ اس بارے میں سب کی تعلیم ایک اور سب ایک کلمہ اور یک زبان ہیں۔ ہماری تمہاری کیا حقیقت۔ واللہ اگر وجدان یار نہیں تو طلب کرنے میں کیا نقصان ہے۔ کیوں نہیں طلب میں عمر گذار دیتے۔ اگر معرکہ میں مردوں کی طرح جولانگری میسر نہیں تو مردوں کی صورت بنا کر نعرہ مارنے میں کیا حرج ہے۔ اگر حقیقت وصال نصیب نہیں تو اس کی تمنا ہی میں عمر بسر کرنا کیا برا ہے۔ اگر اچھی طرح سمجھو تو معلوم ہوگا کہ درمان وجود مقصود سے خوش تر درد طلب ہے جو اس میں ہے وہ کسی میں نہیں ہمارے سرور ہمارے پیشوا و مقتدا حضرت فریدالدین مسعود نور اللہ مرقدہ و قدس اللہ روحہ جس سے خوش ہوتے یہ دعا دیتے کہ خدا تعالیٰ عز و جل ایسا درد تجھے عطا کرے۔ والسلام۔

فائدہ ۳۱[1]

محبتِ الٰہی اور اتباعِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان میں

ذوق آمیز کلمات تحریر میں نہیں آ سکتے مگر خیر کچھ لکھتا ہوں۔ اللہ جل شانہ تقدس تعالےٰ نئی نئی عجیب شکلیں خلق فرما سکتا ہے کل یوم هو فی شان چنانچہ یحبهم و یحبونه (وہ انھیں چاہتا ہے اور وہ بھی اسے چاہتے ہیں) اسی کے فرمودہ ذوق آمیز کلمات ہیں اور جدہر اشارہ کر رہے ہیں وہ میرے نزدیک ایسے معانی ہیں جو متعین ہیں گو ایک مولوی مردِ فقیہ ان کلمات مبارک کی طرح طرح کی تاویلیں کرتا ہے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ ان دو لفظوں سے اس فیضِ سبوحی و قدوسی کی طرف اشارہ ہو رہا ہے کہ انا حاسب (میں حساب لینے والا ہوں۔) دیکھتا ہوں کہ کون مجھ سے محبت کرتا ہے اور کون نہیں کرتا اور مجھ سے جو محبت کرے گا میں بھی اس سے محبت کروں گا۔ محبت کا مقدمہ آشنائی و شناسائی ہے پہلے معرفت ہوتی ہے پھر محبت آتی ہے۔ معرفت بھی دو طرح کی ہوتی ہے۔ ایک تو یہ کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ سب جمیلوں کا جمیل اور کل جمالوں کا جمال اور تمام حسن و خوبی کا مخزن ہے۔ اسی خزانہ جمال سے انوار اور حسن کی شعاعیں لمعہ افگن ہوتی ہیں کہ ع — الاذن تعشق قبل العین احیانا' یعنی کبھی آنکھ سے قبل کان مبتلائے عشق ہوتے ہیں ؎

---

[1] ماخوذ از مکتوب نمبر (۱۱) خواجہ بندہ نواز گیسو دراز رضی اللہ تعالیٰ بجانب بعض مریدان چندیری چترہ وایرج۔

نہ تنہا عشق از دیدار خیزد   بسا کیں دولت از گفتار خیزد

پھر جب اس طرح ایک گونہ شناسائی ہوگئی تو قدم آگے بڑھتا ہے اور توجہ قائم رکھنے اور یاد کرنے سے عالم محبت سے بھی کچھ حصّہ نصیب ہونے لگتا ہے اور اس ہمہ جمال اور ہمہ کمال کے لئے ایک ٹیس سی دل میں پیدا ہو جاتی ہے۔ دوسرے لوگ یہ کہتے ہیں کہ جو کوئی اہل محبّت کے ساتھ اٹھتا بیٹھتا اور رہتا سہتا ہے اس کے دل میں بھی محبت کا بیج بو دیا جاتا ہے، پھر یہ بیج اللہ جل شانہٗ کی قدرت بالغہ اور حکمت عالیہ کی آیتوں اور نشانیوں پر نگاہ قائم رکھنے سے نشو و نما حاصل کرتا اور درخت بننا شروع ہوتا ہے۔ اس کی شان دیکھ کر ادھر خیال جاتا ہے کہ جس ذات میں یہ سب کچھ پیدا کرنے کی قدرت و حکمت ہے اس میں کیا کیا کمال اور کیا کیا جمال ہوں گے۔ اس طرح خیال دوسری طرف منتقل ہوتا ہے اور اس معرفت سے محبّتِ الٰہی پیدا ہوتی ہے لیکن ہمیں جو مطلوب ہے وہ ایسا شخص ہے کہ اس جہاں کی نیکیوں اور بدیوں کسی کی پروا نہ کرے نہ کسی سے خوف کھائے اور نہ ہیبت، بلکہ انہیں دیکھ کر اس کی طلب میں اور اضافہ ہو اور اس کی روش میں مزید ترقی ہوتی جائے۔ ممکن ہے کہ ایک ایسی حالت اس پر گذرے کہ کبھی وہ اپنے دل سے اس طرح کی باتیں کرتا ہو کہ اے سفلی، ظلماتی اور اے فانی و زمانی تجھے اس حضرت عزت و جلال سے کیا نسبت۔ بے ادب شوخ و بے شرم! ایسا بڑھ بڑھ کر خیالی پلاؤ پکا رہا ہے۔ استغفر اللہ۔ اس سے باز آ اور سو بار توبہ کر۔ کہاں مٹی کا ڈھیر اور کہاں رب العالمین۔ کہاں تو اک کیچڑ کا لوندا اور کہاں وہ سب عالموں کا پالنہار اور اس کی باتیں۔ اور پھر ہر طرح عقل و ہوش درست کرنے کی کوشش کرتا ہو کہ اس خطرہ سے باز رہے مگر اے رب تیری ہی قسم بیچارہ مسکین جو کہ پہلے طلب و عشق و محبت میں اس طرح مبتلا تھا گو اس کا دوسرا حال اب یہ نظر آ رہا ہے کہ نماز تلاوت و کسب و کار میں مشغول ہے اور بظاہر طلب سے غافل اور خود بیں ہو گیا ہے یہ سب کچھ ہے

مگر باوجود اس کے جب یکایک اس کی نظر دل پر پڑتی ہے تو پتہ لگتا ہے کہ اندر سے پی کہاں کی آواز آرہی ہے اور باوجود ان سب ظاہری مشاغل کے طلب جو کر رہا ہے تو یار ہی کو کر رہا ہے اور جستجو اگر ہے تو بس اسُی کی ہے ؎

دل را زعشق چند ملامت کنم کہ ہیچ — ایں بُت پرست کہنہ مسلماں نمی شود

نقیہ طعنے مارتے ہیں اور واعظ و محدث نصیحت کرتے ہیں۔ مفسّر اپنی جگہ دوسرا ہی سودا پکاتے ہیں۔ یہ سب اس کی جان کے دشمن اور اس مسکین و بیچارہ کے پیچھے پڑے ہیں۔ مگر باایں ہمہ یہ شیفتہ آشفتہ، زلف و خالِ یار کا گرفتار، پوری امیّد و جسارت کے ساتھ فریاد کر رہا ہے ؎

جز یادِ دوست ہر چہ بری عمر ضائع است — جز سرِ عشق ہر چہ بجوئی بطالت است

علمی کہ رہ بحق نہ نماید جہالت است

کہتا ہے کہ اگر یہ سب درد و دوستی باقی رہے تو دوزخ کی بھی پروا نہیں۔ رقص کرتا ہوا جاؤں گا اور اگر بہشت میں لے جائیں گے تو بغیر دوست کے وہاں نہ جاؤں گا۔ ع

گر بے تو بود جنّت بر کنگرہ ننشینم

ثوبانؓ کی حکایت کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلّم کے ساتھ انہیں کیسی محبّت تھی مشہور ہے۔ اب اپنی حالت پر نظر ڈالو کہ تم کس کام میں ہو کیا کھاری زمین پر کاشت کر رہے ہو یا آبِ جاری پر نقش بنا رہے ہو۔ یاد رکھو اس سے کوئی فائدہ نہیں، شاہد بازی اور پارسائی دونوں میل نہیں کھا سکتیں۔

اے دوست اے برادر اے یار اگر عشق نہ ہوتا تو سبزہ نہ اُگتا۔ اگر عشق نہ ہوتا تو کوئی جانور اپنے بچّہ کو نہ پالتا۔ اگر عشق نہ ہوتا تو آسمان کبھی گردش نہ کرتا۔ اگر عشق نہ ہوتا تو کسی کو بھی اللہ جلّ شانہٗ جہاں میں پیدا نہ کرتا کیا تم نے فاحببت ان اعرف کی حدیثِ قدسی نہیں پڑھی۔ اگر تمہیں اپنے دل میں اپنی ذات کی طرف سے کچھ گمان ہے تو یہ صرف ہوس ہے۔

اور تمنّا اس کے ساتھ ختم ہو گئی ہے ؎ علم و عمل و زہد و تمنا و ہوس،
یہ جملہ رہ است خواجہ منزل پنداشت = اس نوّے سال کے بڈھے سے پوچھو
کہ کیا حال ہے۔ ہر شب و روز کوئی نہ کوئی زحمت و تکلیف ساتھ لگی رہتی ہے
اور تمام رات قیام میں اور دن صیام میں گزر جاتا ہے۔ میں نے جو اس کا ایک نشان
بتایا تھا تم کیسے اس نشان کے پتے سے اس راز کا پتہ لگا سکتے ہو۔ کیا اس کے
وقت "لی مع اللہ" میں کوئی خطرہ گزر سکتا ہے۔ لا واللہ ہرگز نہیں نیکی کے دروازے
وا ہیں۔ فیض جاری ہے۔ جو کوئی کام کرے گا نیک مرد اور نیکو کار ہو گا۔ طالبانِ
حق کا کام راہ سلوک اختیار کرنا ہے۔ جب تک اس راستہ پر نہ چلیں گے۔ وصول
میسّر نہ ہو گا۔ اللہ جل شانہ فرماتا ہے قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم
اللہ۔ پس جس کسی کو محبوب بننے کا شوق ہے چاہیئے کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے قدم بقدم چلے۔ گویا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ ارشاد فرما رہے
ہیں کہ جس راہ سے میں نے سلوک طے کیا اور منزل پر پہنچا ہوں جو کوئی اسی
راہ پر چلے گا۔ میرے مقر و مستقر پر میرا ہمزانو اور ہمقدم ہو گا۔ تم کہو گے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر کون ہو سکتا ہے۔ یہ صحیح ہے لیکن حضور
جس مئے محبتِ الٰہی کے دریا پی گئے تھے اسی کا ایک قطرہ تمہارے حلق میں
بھی ٹپکایا جائے گا۔ پھر تابع و متبوع سابق و مسبوق کا فرق سب جانتے ہیں
دونوں برابر نہیں ہو سکتے لیکن سب ایک ہی ڈگر کے چلنے والے ہوتے ہیں
یہ شرف کیا کم ہے۔ اپنے وقت کو درود و اوراد سے منوّر رکھو۔ عقل نہیں کہتی
کہ اس میں دنیا و آخرت کا کوئی بھی نقصان ہے ؎

دریاب اگر تو عاقلی لشتاب اگر صاحب دلی
باشد کہ نتواں یافتن دیگر چنیں ایام را

فائدہ ۳۲[1]

تزکیہ و مخالفتِ نفس و توجّہ تام کے بیان میں

معلوم ہو کہ طلبِ حق میں کوئی کسب مانع نہیں ہے۔ جس کام میں چاہو رہو۔ اگر یہ دو چیزیں تمہارے پاس ہیں یعنی پاکیٔ نفس اور توجّہ تام تو سب کچھ ہے۔ توجّہ تام سے مراد ہے یادِ خدا میں دل کو لگائے رکھنا ہمیشہ اس کی یاد میں رہو اور دل کو اسی طرف متوجہ رکھو اور تمام کاموں میں پیر کی پیروی مقدم سمجھو اور اس توفیق کے لئے بھی پیر سے مدد مانگتے رہو کسی کام میں سستی نہ کرنا۔ کسی واقعہ سے دل کو متعلق کر لینا مقصود سے پیچھے رہ جانا ہے۔ ہمارا مطلوب اتنا بلند مرتبہ ہے کہ تحریر میں نہیں آسکتا۔ جب تک کہ بندہ خدائے عزّوجلّ کے ساتھ ایک نہ ہو جائے یعنی سوائے خدا کے نہ کچھ دیکھے اور نہ جانے اور نہ پہچانے۔ اس وقت تک یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ کوئی چیز ہوا۔

جو عورت کہ مردوں کے سے کام کرے وہ گو عورت کی صورت ہے مگر دراصل مرد ہے اور جو مرد عورتوں کے سے کام کرے یعنی ہوا پرست ہو تو وہ گو مرد کی صورت ہے مگر دراصل عورت ہے۔ توقّع ہے کہ آں برادر ہمیشہ عبادتِ الٰہی میں وقت صرف کرتے رہیں گے اور رشتہ داروں کے ساتھ ایسی زندگی بسر کریں گے اور ان کے حق ادا کرتے رہیں گے جیسا کہ حق ہے۔ اس جہاں سے سوائے نیک عمل لے جانے کے اور کسی صورت سے کام نہیں بنے گا۔

---

[1] ماخوذ از مکتوبات نمبر ۶۳-۶۴-۶۵ خواجہ بندہ نواز گیسودراز رضی اللہ تعالیٰ بجانب قاضی برہان الدین و مولانا سلیمان و میر چندہ۔ مکتوب (۶۲) کا مضمون فائدہ (۲۱) میں آگیا ہے۔ ۱۲۔

فائدہ ۳۳

نبوّت اور ولایت کے بیان میں

مقامِ ولایت سے مراد ہے قربِ حق و معرفت خدائے عزّوجلّ و اطلاع برحقائق یہ اطلاع ایسی ہونی چاہیئے کہ جو غایتوں کی غایت اور منتہیٰ تک پہنچتی ہو۔ انبیاء علیہم السلام کو بارگاہ خداوندی سے پہلے یہی مرتبہ ملا ہے یعنی اولیاء میں سے جن پر عنایتِ بے غایت ہوئی اور مقصود ہوا کہ ان سے دعوتِ خلق کا کام لیا جائے تو انھیں نبوّت کے مقام پر فائز فرمایا اور یہ کام ان سے لیا۔ اسی اعتبار سے کہا جاتا ہے کہ مقامِ ولایت کی انتہا مقامِ نبوّت کی ابتدا ہے۔ پس کوئی نبی ایسا نہیں گزرا کہ اوّل ولایت کے درجہ پر پوری طرح بہ اقصی الغایت سرفراز نہ ہوا ہو۔ پہلے ولایت ملی ہے اس کے بعد نبوّت کی دولت نصیب میں آئی ہے بعض اس امّت کے صوفی جن میں ولولۂ محبّت و شوق از حد غالب ہے۔ بعض اولیائے امّت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو بعض انبیائے سابقین پر دو وجہوں سے بڑھکر فضیلت دیتے ہیں۔ ایک یہ کہ اصل ولایت یہ ہے کہ قربِ خداوندی اور معرفت الٰہی حاصل ہو اور حقائق پر پوری پوری اطلاع ہو اور نبوّت وہ کام ہے جو خلقِ خدا سے متعلق ہے جس کے لئے خدا نے اپنے بندوں کے پاس اس نبی کو بھیجا ہے، اس وجہ سے بادی النظر میں معلوم ہوتا ہے کہ شاید وہ ولی کو نبی پر فضیلت دیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ولایت ایک ایسا رکن ہے کہ نبوت کی بنا اسی پر قائم ہے۔ اس سے عوام کو یہ خیال ہوا کہ ان بزرگوں نے ولی کو نبی پر ترجیح و تفضیل دی ہے۔

لہ ماخوذ از مکتوبات نمبر (۹۶) خواجہ بندہ نواز گیسو دراز رضی اللہ تعالیٰ بجانب حضرت مسعود بیگ قدس سرہٗ۔ مطبوعہ نسخے میں وہ مکتوب بھی طبع ہوا ہے جو حضرت مسعود بیگ رح نے اس رقعہ کے جواب میں لکھا ہے اس کا ترجمہ یا خلاصہ فوائد ہذا سے متعلق نہ تھا اس لئے نظر انداز کیا گیا ۱۲۔

دوسری بات یہ ہے کہ طالبانِ علم علی العموم یہ خیال کرتے ہیں کہ جس نے جناب باری تعالیٰ کے ننیانوے[۹۹] نام تحقیق کے ساتھ پڑھ لئے وہ یہ دیکھتا ہے کہ بہت سی چیزیں ایسی ہیں جو ضمناً تو ثابت[ع] ہوتی ہیں مگر اصلاً نہیں۔ مثلاً آلِ نبی پر "صلی اللہ علیہ وسلم" کہنا اور درود بھیجنا محض ضمناً ہے اور بالاصل ثابت نہیں ہے۔ نبی پر درود و سلام بھیجتے وقت آل کو بھی ضمناً جب درمیان میں لے آئیں تو مضائقہ نہیں۔ نیز صوفیان متالہہ یعنی جن پر ولولہ و دیوانگی عشق غالب ہے کہتے ہیں کہ امّت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں بعضوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں وہ دولت نصیب ہوئی ہے کہ انبیائے سابق کو نصیب نہ تھی چنانچہ یہی حال دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس اُمّت میں داخل ہونے کی خواہش کی تھی۔ یہ غلبۂ عشق کا کلمہ ہے مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ولایت نبوّت سے افضل ہے پھر اگر کوئی یہ کہے کہ میں نبوّت پر ولایت کو فضیلت دیتا ہوں تو اس کے سامنے میرا یہ قول پیش کر دیا جائے۔

(اس مکتوب میں حضرت خواجہ صاحب قدس سرہ العزیز نے پہلے اہل تصرف کا عقیدۂ صحیحہ بیان فرمایا اس کے بعد صوفیان متالّہہ کے بعض خیالات بیان کئے اور ان کی طرف سے معذرت فرمائی کہ ان کا قول اصل و حقیقت پر مبنی نہیں بلکہ ضمنی اور والہانہ ہے یعنی اتباع رسول میں ایک والہانہ ضمنی صورت پیدا ہو جاتی ہے جو حقیقتاً نہ اصل شئے ہوتی ہے اور نہ کوئی مذہبی عقیدہ بلکہ ایک کیفیت ہوتی ہے۔ چنانچہ اس ولولہ شوق و محبّت میں بعض شطحیات ان کی زبان سے نکل جاتے ہیں جو کوئی اصلیت اور حقیقت نہیں رکھتے۔)

عـ یعنی صفات اک ضمنی شئے ہے لا عین ولا غیر مسلّمہ مسئلہ ہے اور ذات ایک اصلی حقیقی شئے ہے جب اصلی و ضمنی دونوں اشیا باہم وابستہ ہیں تو دونوں کو الگ الگ نہیں کر سکتے۔ رب تبیؐ یذکر ضمناً ولا یذکر اصلاً اسی لئے فرمایا ہے ۱۲۔

ہماری مطبوعات

سوانح مولینا رُوم رحمۃ اللہ علیہ ---------- از مولینا شبلی نعمانی

تذکرہ علمائے سلف و نابینا علما ---------- مرتبہ: محمد حبیب الرحمٰن شروانی

فضائلِ ذکر ---------- مولینا شیخ الحدیث محمد زکریا صاحب

الفاروق (کامل) ---------- از مولینا شبلی نعمانی

التکشف عن مہمات التصوف ---------- مولینا اشرف علی تھانوی

الارشاد الیٰ مہمات الاسناد ---------- از شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

فرمائش کتب براہِ راست ناشرین کو

یا

محمد شمس الدین تاجر کتب چوک مینار ○ لاہور

کے نام ارسال فرمائیے،

سجاد پبلشرز حسین منزل خیر الدین سٹریٹ پیسہ اخبار لاہور